احمدی نوجوانوں کیلئے

مدیر

منصور احمد نور الدین

جون 2005ء

خلافت جوبلی علم انعامی خدام الاحمدیہ برائے سال 2004-2003ء حاصل کرنیوالی مجلس لطیف آباد (حیدر آباد) کے قائد صاحب مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی سے علم انعامی لیتے ہوئے

خلافت جوبلی علم انعامی خدام الاحمدیہ برائے سال 2004-2003ء حاصل کرنیوالی مجلس لطیف آباد (حیدر آباد) کے اراکین عاملہ مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی کے ساتھ

محترم صدر صاحب کا پیغام

مجلس خدام الاحمدیہ کے نام

پیارے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

''دعوت الی اللہ کریں۔ حکمت سے کریں، ایک تسلسل سے کریں، مستقل مزاجی سے کریں، اور ٹھنڈے مزاج کے ساتھ، مستقل مزاجی کے ساتھ کرتے چلے جائیں۔ دوسرے کے جذبات کا بھی خیال رکھیں اور دلیل کے لئے ہمیشہ قرآن کریم اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے حوالے نکالیں۔ پھر ہر علم، عقل اور طبقے کے آدمی کے لئے اس کے مطابق بات کریں۔ خدا کے نام پر جب آپ نیک نیتی سے بات کر رہے ہوں گے تو اگلے کے بھی جذبات اَور ہوتے ہیں۔ نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ کے نام پر کی گئی بات اثر کرتی ہے۔ ایک تکلیف سے، ایک درد سے جب بات کی جاتی ہے تو وہ اثر کرتی ہے''۔

(الفضل انٹرنیشنل 22 تا 28/ اکتوبر 2004ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں دعوۃ الی اللہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

سید محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ

خالد

جون 2005ء
احسان 1384 ہش

جلد 52
شمارہ نمبر 6

monthlykhalid52@yahoo.com

مدیر
منصور احمد نورالدین

مجلس ادارت
لئیق احمد ناصر چوہدری، عبدالرحمن
وقار احمد، سید عطاء الواحد رضوی

اس شمارے میں

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر پبلشر: قمر احمد محمود مینیجر: عزیز احمد پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر

مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ) مقام اشاعت: ایوان محمود دارالصدر جنوبی قیمت ۱۰ روپے ..... سالانہ ۱۰۰ روپے

PH: +92 0476 212349 - 215415 - 212685 FAX: +92 0476 213091

پاکستان کے بیشتر علاقوں میں موسمِ گرما اس وقت اپنی گرمی کی شدتیں دکھا رہا ہے۔ تعلیمی اداروں میں تعطیلات ہو چکیں ہیں۔ طلباء کی بہت بڑی تعداد اپنے تعلیمی اداروں سے ملنے والے چھٹیوں کے کام کو مکمل کر کے کسی نہ کسی ٹھنڈے پہاڑی مقام پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں...... پہلے کام پھر سیر......

پاکستان اس لحاظ سے دنیا کا خوش قسمت ترین ملک ہے کہ جہاں اس میں دنیا کی بلند و بالا چوٹیاں ہیں وہاں اس میں خوبصورت وادیاں ہیں، ندی نالوں کی طغیانیاں ہیں، بہتے پانیوں کی روانیاں ہیں، جھرنوں کے مترنم گیت ہیں، حدِّ نگاہ تک سبزہ ہی سبزہ ہے، پُرسکون نیلگوں جھیلیں ہیں، قطار اندر قطار بلند و بالا چنار و چیڑ کے پیڑ ہیں، میل ہا میل لمبے برفانی میدان ہیں، غرضیکہ قدرتی حسن اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ بکھرا پڑا ہے۔

> حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔
>
> ''جب کبھی ڈلہوزی جانے کا مجھے اتفاق ہوتا تو پہاڑوں کے سبزہ زار حصوں اور بہتے ہوئے پانیوں کو دیکھ کر طبیعت میں بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد کا جوش پیدا ہوتا اور عبادت میں ایک مزا آتا''۔ (حیات احمد جلد اوّل طبع جدید صفحہ ۷۳)

ان خوبصورت اور دلکش وادیوں میں بلتستان، ہنزہ، شمشال، گلگت، چترال، کاغان، سیرن، سوات تو معروف نام ہیں کئی ایسی وادیاں ہیں جو بظاہر تو غیر معروف ہیں کیونکہ ان علاقوں میں ابھی تک بہت کم لوگ گئے ہیں لیکن بے حد و حساب حسین ہیں۔ (ان وادیوں تک پہنچنے کے لئے ٹریکنگ لازمی شرط ہے)

آپ نے کس وادی کا انتخاب کیا ہے؟

یہ تو آپ کی ذاتی پسند ہے لیکن اس بات کا ضرور خیال رکھیے گا کہ جس علاقے میں جائیں وہاں کی مکمل معلومات حاصل کر کے جائیں۔ گائیڈ بکس کتب خانوں سے مل جاتی ہیں ان کا مطالعہ کریں۔ اس کے بعد سیر کے لئے نکلیں۔ پھر یہ سیر آپ کے لئے محض سیر نہیں رہے گی بلکہ آپ معلومات کی ایک نئی دنیا کی سیر کر رہے ہوں گے اور آپ کی کئی سنی سنائی باتوں کی تصدیق یا تردید ہو رہی ہوگی۔ سفر سے واپس آ کر اس سفر کی داستان کو لکھیئے گا ضرور...... اگر قابل اشاعت ہوئی تو رسالہ ''خالد'' کے صفحات اس کو شائع کرنے کے لئے حاضر ہیں۔ اس طرح آپ کا سفر ایک یادگار سفر بن جائے گا۔

ان سیروں کے حوالے سے ایک اہم بات ہم میں سے ہر احمدی خادم و طفل کو اپنے مدنظر رکھنی چاہئے اور وہ ہے ہر کام کا حقیقی مقصد...... ان سیروں کا حقیقی مقصد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان میں بیان فرمودہ اس اداریے کے وسط میں موجود ہے اس کو اپنا ماٹو بنا کر گھر سے روانہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

وَمَارَمَیۡتَ اِذۡرَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی

حضرت مصلح موعود نوّر اللہ مرقدہ کی ایک تقریر کا اقتباس

ایک اور جگہ بھی قرآن کریم میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَارَمَیۡتَ اِذۡرَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی

اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب تو نے اپنی کمان سے تیر چھوڑا تو ہم سچ کہتے ہیں کہ وہ تیر تیری کمان نے نہیں چھوڑا بلکہ وہ تیر ہماری کمان نے چھوڑا مَارَمَیۡتَ تو نے تیر نہیں چلایا اِذۡرَمَیۡتَ جب تو نے تیر چلایا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی بلکہ وہ تیر خدا تعالیٰ نے چلایا گویا اگر ہم غور کریں تو نقشہ یوں بن گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنی کمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی اور فرمایا اب جو بھی تیرے سامنے آئے گا اس پر زمینی تیر ہی نہیں چلے گا بلکہ آسمانی تیر بھی چلے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور بے لوث حیات

عملی طور پر بھی دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئیس سالہ زندگی میں آپ کے ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں دشمن تھے حکومتیں آپ کے خلاف تھیں، عرب کے آزاد قبائل آپ سے برسرِ پیکار تھے، قیصر و کسریٰ کی حکومتیں بھی آپ سے نبرد آزما تھیں یہودی الگ فتنہ [illegible]پا کئے ہوئے تھے اور منافقین اسلام کو مٹانے کے [illegible]ئے علیحدہ سازش[illegible] میں مصروف تھے مگر اتنی شدید مخالفتوں کے باوجود ایک مثال بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسی نہیں ملتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے شخص پر تیر چلایا ہو جس پر خدا تعالیٰ نے تیر نہ چلایا ہو۔ اسی طرح آپ کی زندگی کا گہرا مطالعہ اس حقیقت کو روشن کرتا ہے کہ آپ نے کبھی کسی ایسے شخص پر تیر نہیں چلایا جو مُجرم نہ ہو۔ حکومتیں کئی بے قصوروں کو مار ڈالتی ہیں، کئی ایسے لوگوں کو بھی ان کے ہاتھوں نقصان پہنچ جاتا ہے جو بے گناہ ہوتے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جو ایک کھلی کتاب کے طور پر تھی اس میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نظر نہیں آتی کہ آپ کا تیر ایسے طور پر چلا ہو کہ کوئی بے گناہ اس کا شکار ہوا ہو۔ صحابہ کرامؓ سے بعض دفعہ ایسی غلطیاں ہوئی ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی اس کا علم ہوا آپ نے ان پر شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ آپ کو نہایت عزیز تھے ان کے باپ کو آپ نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا ایک غزوہ میں حضرت اُسامہؓ شریک تھے کہ ایک مخالف کے تعاقب میں انہوں نے اپنا گھوڑا ڈال دیا جب اُس نے دیکھا کہ اب میں قابو آ گیا ہوں تو اس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں مگر حضرت اُسامہؓ نے اُس کی کوئی پرواہ نہ کی اور اُ[illegible] قتل کر دیا بعد میں کسی شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی، آپ حضرت اُسامہؓ پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تو نے کیوں مارا جب کہ وہ اسلام کا اقرار کر چکا تھا۔ حضرت اُسامہؓ نے کہا وہ جھوٹا اور دھوکے باز تھا وہ دل سے ایمان نہیں لایا صرف ڈر کے ارے اُس نے اسلام کا اقرار کیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے سخت ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا کہ وہ سچے دل سے اسلام کا اظہار نہیں کر رہا تھا یعنی جب وہ کہہ رہا تھا کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں تو تمہارا کوئی حق نہیں تھا کہ تم یہ کہتے کہ تم مسلمان نہیں۔ اُسامہ بن زیدؓ نے اپنی بات پر پھر اصرار کیا اور کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! وہ تو یونہی باتیں بنا رہا تھا ورنہ اسلام اس کے دل میں کہاں داخل ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسامہؓ تم قیامت کے دن کیا جواب دو گے جب اس کا لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تمہارے سامنے پیش کیا جائے گا اور تمہارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ناراضگی کو دیکھ کر اس دن میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! میں اس سے پہلے کافر ہی ہوتا اور آج مجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق ملتی تا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے فعل کی وجہ سے اتنا دُکھ نہ پہنچتا۔

(بخاری کتاب الدیات باب من احیاھا)

اسی طرح ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنوجذیمہ کی طرف بھیجا اس زمانہ میں کفار عام طور پر مسلمانوں کو صابی کہا کرتے تھے...... عوام الناس میں یہی نام رائج تھا اس لئے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے بجائے یہ کہنے کے کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں کہہ دیا کہ صبانا، صبانا ہم صابی ہوتے ہیں، ہم صابی ہوتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید نے ان الفاظ کی کوئی پرواہ نہ کی اور اُن میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو قیدی بنا لیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَءُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ اے خدا میں اُس فعل سے اپنی نفرت اور بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جس کا ارتکاب خالد نے کیا ہے اور آپ نے یہ فقرہ دو دفعہ دُہرایا۔

(بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن ولید الی بنی جذیمۃ)

ان مثالوں سے پتہ لگتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی غیر مُجرم پر تیر نہیں چلایا جہاں خدا تعالیٰ کا تیر چلا وہیں آپ کا بھی تیر چلا اور جہاں آپ کا تیر چلا وہیں خدا تعالیٰ نے بھی تیر چلایا، اسی طرح آپ کی زندگی میں کوئی ایک بھی مثال ایسی نظر نہیں آتی، جہاں آپ نے تیر چلانا مناسب سمجھا ہو اور خدا تعالیٰ نے تیر نہ چلایا ہو، جہاں آپ کی ساری زندگی میں ایک مثال بھی ایسی نہیں پائی جاتی کہ خدا تعالیٰ نے تیر نہ چلایا ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلا دیا ہو، وہاں ایسی بھی کوئی مثال نظر نہیں آتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر چلانا مناسب سمجھا ہو اور خدا تعالیٰ نے نہ چلایا ہو۔ یہی مضمون اللہ تعالیٰ نے فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں بیان فرمایا ہے کہ دونوں کی کمانیں ایک ہو گئیں اور دونوں کے تیر ایک ہی نشانہ پر پڑنے لگے غرض مَاتَشَاءُ وْنَ اِلَّآاَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ اور مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی کے ماتحت دونوں ایک مینار پر جمع ہو گئے انسانیت بھی بلند مینار پر جا کھڑی ہوئی اور اُلوہیت بھی انسان کی ملاقات کے لئے بے تاب ہو کر آسمان سے اُتر آئی۔

(سیرِ روحانی، تقریر فرمودہ مؤرخہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء بمقام لاہور)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(مکرم مرزا عرفان قیصر صاحب۔ خانقاہ ڈوگراں)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی راست گفتاری نہایت نمایاں اور مسلم تھی۔ ظاہر ہے کہ عام حالات میں ہر شخص ہی سچ بولتا ہے اور بلا وجہ کوئی شخص راستی کے طریق کو ترک نہیں کرتا پس اس معاملہ میں انسان کا اصل امتحان عام حالات میں نہیں ہوتا بلکہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ ایسے حالات میں بھی صداقت پر قائم رہے جبکہ ایسا کرنے میں اس کی ذات یا اس کے عزیز واقارب یا اس کے دوستوں اور تعلق داروں یا اس کی قوم کو کوئی نقصان پہنچتا ہو۔ ان حالات میں راست گفتاری حقیقۃً ایک بڑی قربانی کا درجہ رکھتی ہے اور وہی شخص اسے اختیار کر سکتا ہے جو سچائی کے مقابلہ پر ہر دنیوی رشتہ کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایسے متعدد مواقع پیش آئے کہ جب راستی کو اختیار کرنا آپ کے لئے بظاہر بہت بڑے نقصان یا خطرے کا باعث تھا مگر آپ نے ہر ایسے موقع پر اپنے نفع اور فائدہ کی ذرہ پرواہ نہ کی اور ایک مضبوط چٹان کی طرح صداقت اور راستی پر قائم رہے۔

خدا تعالیٰ کی گواہی

آپ کے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ الہام ایک ٹھوس صداقت پر مبنی ہے کہ:-

قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِی وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ.

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۸۶)

”یعنی تو اپنے مخالفوں سے کہہ دے کہ اگر میں نے خدا پر افترا باندھا ہے تو مَیں مجرم ہوں اور اپنے جرم کی پاداش سے بچ نہیں سکتا مگر تم اتنا تو سوچ لو کہ مَیں اپنے دعویٰ سے پہلے تمہارے درمیان ایک لمبا زمانہ گزار چکا ہوں اور تم میرے حالات اور میری عادات سے اچھی طرح واقف ہو تو کیا پھر بھی تم میری صداقت کے متعلق شک کرتے ہو اور عقل وخرد سے کام نہیں لیتے“

(بحوالہ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے صفحہ ۲۰۸)

سچائی پر ڈٹے رہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں باوجود وکلاء کے زور لگانے کے آپ نے ایک لفظ بھی جھوٹ کا نہ بولا اس واقعہ کا ذکر کرتے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

”مجھے یاد ہے کہ مَیں نے ایک مرتبہ امرتسر ایک مضمون بھیجا۔ اس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا۔ رلیارام

کے وکیل ہند اخبار کے متعلق تھا۔ میرے اس خط کو خلاف قانون ڈاکخانہ قرار دے کر مقدمہ بنایا گیا۔ وکلاء نے بھی کہا کہ اس میں بجز اس کے رہائی نہیں جو اس خط سے انکار کر دیا جاوے گویا جھوٹ کے سوا بچاؤ نہیں۔ مگر مَیں نے اس کو ہر گز پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر سچ بولنے سے سزا ہوتی ہے تو ہونے دو جھوٹ نہیں بولوں گا آخر وہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا ڈاک خانوں کا افسر بحیثیت مدعی حاضر ہوا۔ مجھ سے جس وقت اس کے متعلق پوچھا گیا تو مَیں نے صاف طور پر کہا کہ یہ میرا خط ہے مگر مَیں نے اس کو جزوِ مضمون سمجھ کر اس میں رکھا ہے۔ مجسٹریٹ کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بصیرت دی۔ ڈاکخانوں کے افسر نے بہت زور دیا مگر اس نے ایک نہ سنی اور مجھے رخصت کر دیا۔

مَیں کیونکر کہوں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں۔ ایسی باتیں نری بیہودگیاں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سچ کے بغیر گزارہ نہیں۔ مَیں اب تک بھی جب اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو ایک مزہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پہلو کو اختیار کیا اس نے ہماری رعایت رکھی اور ایسی رعایت رکھی کہ جو بطور نشان کے ہو گئی''۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۳۶، ۶۳۷)

جھوٹ کا عیب نہیں لگا سکتے

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

''اب دیکھو خدا نے اپنی حجت کو تم پر اس طرح پورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزار ہا دلائل قائم کر کے تمہیں موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہو گا کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا''۔

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۶۴)

ساتوں مقدموں میں ایک لفظ بھی جھوٹ کا نہ بولا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ:-

''یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں۔ عام طور پر دنیا دار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں مگر مَیں کیونکر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کہ کسی ایک میں بھی خدا نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راستباز کو سزا دے؟''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۳۸)

اپنے ہی خلاف عدالت میں بیان

ایک دفعہ جبکہ آپ کی عمر پچیس تیس برس کے قریب تھی۔ آپ کے والد بزرگوار کا اپنے موروثیوں سے درخت کاٹنے پر تنازعہ ہو گیا۔ آپ کے والد بزرگوار کا نظریہ یہ تھا کہ زمین کے

مالک ہونے کی حیثیت سے درخت بھی ہماری ملکیت ہیں۔ اس لئے انہوں نے موروشیوں پر دعویٰ دائر کر دیا اور حضور کو مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور بھیجا۔ آپ کے ہمراہ دو گواہ بھی تھے۔ آپ جب نہر سے گزر کر ایک گاؤں پتھنانوالہ پہنچے تو راستہ میں ذرا ستانے کے لئے بیٹھ گئے اور ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا ''والد صاحب یونہی فکر کرتے ہیں درخت کھیتی کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ غریب لوگ ہیں اگر کاٹ لیا کریں تو کیا ہرج ہے بہرحال مَیں تو عدالت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مطلقاً یہ ہمارے ہی ہیں ہاں ہمارا حصہ ہو سکتے ہیں'' موروشیوں کو بھی آپ پر بے حد اعتماد تھا چنانچہ جب مجسٹریٹ نے موروشیوں سے اصلی معاملہ پوچھا تو انہوں نے بلا تامل جواب دیا کہ خود مرزا صاحب سے دریافت کریں۔ چنانچہ مجسٹریٹ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ ''میرے نزدیک تو درخت کھیتی کی طرح ہیں جس طرح کھیتی میں ہمارا حصہ ہے ویسے ہی درختوں میں بھی ہے چنانچہ آپ کے اس بیان پر مجسٹریٹ نے موروشیوں کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ واپسی پر جب آپ کے والد صاحب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ ناراض ہوئے''۔

(حیات طیبہ از شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ ۱۵)

اپنے بیٹے اور خود اپنے خلاف گواہی

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

''ازانجملہ ایک نمونہ یہ ہے کہ میرے بیٹے سلطان احمد نے ایک ہندو پر بدیں بنیاد نالش کی کہ اس نے ہماری زمین پر مکان بنالیا ہے اور مسماری مکان کا دعویٰ تھا اور ترتیب مقدمہ کے ڈسمس ہونے کی حالت میں نہ صرف سلطان احمد کو بلکہ مجھ کو بھی نقصان تلف ملکیت اٹھانا پڑتا تھا۔ تب فریق مخالف نے موقعہ پا کر میری گواہی لکھوادی اور میں بٹالہ میں گیا اور بابو فتح الدین سب پوسٹماسٹر کے مکان پر جو تحصیل بٹالہ کے پاس ہے جا ٹھہرا اور مقدمہ ایک ہندو منصف کے پاس تھا جس کا نام یاد نہیں رہا مگر ایک پاؤں سے وہ لنگڑا بھی تھا اُس وقت سلطان احمد کا وکیل میرے پاس آیا کہ اب وقت پیشی مقدمہ ہے آپ کیا اظہار دیں گے۔ مَیں نے کہا وہ اظہار دوں گا جو واقعی امر اور سچ ہے۔ تب اس نے کہا کہ پھر آپ کے کچہری کے جانے کی کیا ضرورت ہے مَیں جاتا ہوں تا مقدمہ سے دستبردار ہو جاؤں سو وہ مقدمہ مَیں نے اپنے ہاتھوں سے محض رعایت صدق کی وجہ سے آپ خراب کیا اور راستگوئی کو ابتغاء مرضات اللہ مقدم رکھ کر مالی نقصان کو سچ سمجھا''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۰۰۔۲۹۹)

آپ کی راست گفتاری کے متعلق مولوی محمد حسین کی گواہی

مولوی محمد حسین بیان کرتے ہیں کہ:۔

''مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدی پر قائم و پرہیزگار و صداقت شعار ہے''۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ صفحہ ۹ بحوالہ پاکٹ بک از ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم صفحہ ۳۳۱)

مولوی فضل الدین صاحب وکیل کی گواہی

لالہ دیاناتھ صاحب ایڈیٹر اخبار ”ہندوستان ودیش“ نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم سے بیان کیا کہ:-

”مَیں جناب مرزا صاحب کو ایک مہا پرش اور روحانی آدمی کے لحاظ سے بہت بڑے مرتبہ کا انسان مانتا ہوں...... اور میرا یہ عقیدہ ان کے متعلق ایک واقعہ سے ہوا۔ حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء کے مکان پر اکثر دوستوں کا اجتماع شام کو ہوا کرتا تھا مَیں بھی وہاں چلا جاتا تھا۔ ایک روز وہاں کچھ احباب جمع تھے۔ اتفاق سے مرزا صاحب کا ذکر آ گیا۔ ایک شخص نے ان کی مخالفت شروع کی لیکن ایسے رنگ میں کہ وہ شرارت اور اخلاق کے پہلو سے گری ہوئی تھی۔ مولوی فضل الدین صاحب مرحوم کو یہ سن کر جوش آ گیا اور انہوں نے بڑے جذبہ سے کہا کہ مَیں مرزا صاحب کا مرید نہیں ہوں اُن کے دعاوی پر میرا یقین نہیں اس کی وجہ خواہ کچھ ہو لیکن مرزا صاحب کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقِ کمال کا مَیں قائل ہوں۔ مَیں وکیل ہوں اور ہر قسم کے طبقہ کے لوگ مقدمات کے سلسلہ میں میرے پاس آتے ہیں۔ بڑے بڑے نیک نفس آدمی جن کے متعلق کبھی وہم بھی نہیں آ سکتا تھا کہ وہ کسی قسم کی نمائش یا ریاکاری سے کام لیں گے۔ انہوں نے مقدمات کے سلسلہ میں اگر قانونی مشورہ کے ماتحت اپنے بیان کو تبدیل کرنے کی ضرورت سمجھی تو بلا تامل بدل دیا لیکن میں نے اپنی عمر میں مرزا صاحب ہی کو دیکھا ہے جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا۔ مَیں ان کے ایک مقدمہ میں وکیل تھا اس مقدمہ میں مَیں نے ان کے لئے ایک قانونی بیان تجویز کیا اور ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے اسے پڑھ کر کہا اس میں تو جھوٹ ہے مَیں نے کہا کہ ”ملزم کا بیان حلفی نہیں ہوتا اور قانوناً اسے اجازت ہے کہ جو چاہے بیان کرے“ اس پر آپ نے فرمایا کہ قانون نے تو اسے اجازت دے دی ہے کہ جو چاہے بیان کرے مگر خدا تعالیٰ نے تو اجازت نہیں دی کہ وہ جھوٹ بھی بولے......

مولوی فضل الدین صاحب کہتے تھے کہ مَیں نے پھر کہا کہ میں تو یہی بیان تجویز کرتا ہوں مرزا صاحب نے کہا کہ نہیں جو بیان میں خود لکھتا ہوں نتیجہ اور انجام سے بے پرواہ ہو کر وہی داخل کرو۔ اس میں ایک لفظ بھی تبدیل نہ کیا جاوے اور میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کے قانونی بیان سے زیادہ مؤثر ہو گا اور جس نتیجہ کا آپ کو خوف ہے وہ ظاہر نہیں ہو گا بلکہ انجام اِن شاء اللہ بخیر ہو گا اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ دنیا کی نظر میں انجام اچھا نہ ہو یعنی مجھے سزا ہو جاوے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ میں اس وقت اس لئے خوش ہوں گا کہ مَیں نے اپنے رب کی نافرمانی نہیں کی...... غرضیکہ مولوی فضل الدین صاحب نے بڑے جوش اور اخلاص سے اس طرح پر مرزا صاحب کا ڈیفنس پیش کیا اور کہا کہ مرزا صاحب نے پھر قلم برداشتہ اپنا بیان لکھ دیا اور خدا کی عجیب قدرت ہے کہ جیسا وہ کہتے تھے اسی بیان پر وہ بری ہو گئے“۔

(الحکم ۱۴ رنومبر ۱۹۳۴ء بحوالہ حیات طیبہ صفحہ ۱۸۲،۱۸۱)

ارشادات
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایم ٹی اے کی نعمت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 28/جنوری 2005ء میں بیان فرمایا:۔

”آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے 178 ممالک میں جماعت قائم ہے اور احباب جماعت ہر جگہ، ہر ملک میں اخلاص ووفا میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر ملک کی جماعت کی یہ خواہش ہے کہ خلیفۂ وقت کا دورہ ان کے ملک میں ہو۔ کیونکہ خلیفۂ وقت کے دورے سے جماعت میں کام کرنے کی رفتار میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔

ابھی گزشتہ دنوں امیر صاحب نائیجیریا اور ایک اَور نائیجیرین دوست آئے ہوئے تھے، انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ خلفاء کے دورے کے بعد ہمیشہ جماعت میں ایک خاص تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور کہنے لگے کہ گزشتہ سال آپ کے دورے کے بعد بھی جماعت میں خاص جوش پایا جاتا ہے۔ الحمدللہ کہ جماعت اپنے اخلاص و وفا کی وجہ سے جو اُسے خلافت سے ہے ان دوروں کی وجہ سے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن فائدہ تبھی ہے جب ان تبدیلیوں کو مستقل اپنے اندر جاری کر دیا جائے، تبدیلیوں کا اثر مستقل رہے، یہ نہیں کہ کچھ عرصہ بعد آگے قدم پڑنے کی بجائے وہیں پر کھڑے ہو جائیں، تبدیلیوں کا اثر زائل ہونا شروع ہو جائے۔ کیونکہ اگر کھڑے ہو گئے تو پھر پیچھے جانے کا خطرہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے اگر قدم آگے بڑھنے شروع ہوئے ہیں تو یہ اب زندگی کا معمول بن جانا چاہئے، روزمرہ کا حصہ بن جانا چاہئے۔ رفتار میں کمی بیشی تو ہو سکتی ہے لیکن قدم رکنے کبھی نہیں چاہئیں۔ ہر سال تو ہر ملک کے دورے ہو بھی نہیں سکتے کہ آ کر پھر دھکا لگایا جائے اور پھر آپ چلیں۔ پھر بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں حالات یا مجبوریوں کی وجہ سے دورے نہیں ہو سکتے۔ اگر سب ممالک دوروں کے انتظار میں رہیں گے تو پھر جس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانا ہے اس مقصد کا حصول تو بڑا مشکل ہو جائے گا۔ مقصد یہی ہے کہ اپنے اندر بھی پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں اور اس پیغام کو بھی آگے پہنچانا ہے۔

اب جو اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے کی نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے اس سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (دینِ حق) کی جو حقیقی تعلیم ہمیں دی ہے وہ خلیفۂ وقت کی آواز میں سب تک پہنچ رہی ہے۔ اس آواز کے پہنچنے میں تو کوئی روک نہیں ہے، اس

کوتو کسی ملک کا ویزا درکار نہیں ہے، اس کو تو کسی ملک کے مُلاں کی مرضی کے مطابق خطبات دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو ہوائی لہروں پر ہر گھر میں، ہر شہر میں، اپنی اصلی حالت میں اسی طرح اتر رہی ہے جس طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتایا۔

پس جو تبدیلیاں پیدا کی ہیں ان کو عارضی تبدیلیاں نہ بنائیں بلکہ یہ تبدیلیاں اب زندگی کا حصہ بن جانی چاہئیں۔ احمدیت یعنی حقیقی (دینِ حق) کے پیغام کو اپنی زندگیوں کا حصہ بھی بنائیں اور اپنے ماحول کو بھی بتائیں۔ ان کو بھی اس نعمت سے فیض اٹھانے کی طرف توجہ دلائیں۔ یہ نہ ہو کہ احمدیت کا پیغام کسی جگہ نہ پہنچا ہو اور اس جگہ کے رہنے والے یہ شکوہ کریں کہ کیوں یہ پیغام ہمیں نہیں پہنچایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے کہ آپ کے پیغام نے دنیا میں پھیلنا ہے اور ضرور پھیلنا ہے۔ اِن شاء اللہ اور کوئی طاقت اس کو پھیلنے سے نہیں روک سکتی''۔

(الفضل انٹرنیشنل 11 رفروری تا 17 رفروری 2005ء)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سچائی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 11 رفروری 2005ء میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی سچائی کو موضوع بنایا اور اس میں خصوصیت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے بارے میں اپنوں اور غیروں کی گواہیاں بیان فرمائیں اور احباب جماعت کو ایک تحریک کی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:-

''ان تمام گواہیوں کو سامنے رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ آپؐ سچ بولنے والے اور خدا کے سچے نبی نہیں تھے۔ سوائے اس کے کہ جن کے دل، جن کے کان، جن کی آنکھوں پر مہر لگ چکی ہو، پردے پڑ چکے ہوں، اور کوئی نہیں جو یہ باتیں کر سکے۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی سچ کو اور حق کو ظاہر کیا اور پھیلایا ہی نہیں بلکہ اپنے ماننے والوں کے دلوں میں بھی پیدا کیا۔ ان کے اندر بھی اس سچائی کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔ اور اسی حق بات کہنے اور حق کہنے کی وجہ سے اور حق ماننے کی وجہ سے بہتوں کو شروع زمانے میں اپنی زندگیوں سے ہاتھ بھی دھونے پڑے۔ لیکن یہی ہے کہ ہمیشہ سچ کو سچ کہا۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کسی اعلیٰ تعلیم اور اس کے لانے والے کے اعلیٰ کردار کو جانچنے کے لئے اس شخص کی زندگی میں سچائی کے معیار بھی دیکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ معیار ہمیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے بڑھ کر نظر آتے ہیں۔ آپؐ کی سچائی کا معیار بچپن اور جوانی میں بھی انتہائی بلند تھا۔ جس کی ہم نے مختلف واقعات میں گواہی دیکھی ہے۔ دشمن بھی باوجود آپؐ کی تعلیم اور

خدا پر یقین نہ ہونے کے آپؐ کی طرف سے کوئی انذار کی بات سن کر، کوئی ڈرانے والی بات سن کر، خوفزدہ ہو جایا کرتے تھے۔

تو آج بھی آپؐ کی ذات پاک پر گھٹیا الزام لگائے جاتے ہیں۔ ہنسی ٹھٹھے اور استہزاء کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور ایسے لوگ جو آج بھی یہ کام کر رہے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آج بھی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت رکھتا ہے۔ بعض لوگ جو اپنے میڈیا کے ذریعے سے تاریخ کو یا حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو ان کفار مکہ کی مثالیں سامنے رکھنی چاہئیں جن میں سے چند ایک مَیں نے پیش کیں، مثالیں بے شمار ہیں۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچ اور سچ کا نور نہ کبھی پہلے ماند پڑا تھا یا چھپ سکا تھا نہ آج تم لوگوں کے ان حربوں سے یہ ماند پڑے گا یا چھپے گا۔ یہ نور انشاء اللہ تعالیٰ تمام دنیا پر غالب آنا ہے اور اس سچائی کے نور نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈالنا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ آج کل بھی بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے بارے میں بعض کتابیں لکھی ہیں اور وقتاً فوقتاً آتی رہتی ہیں۔ اسلام کے بارے میں، اسلام کی تعلیم کے بارے میں یا آپؐ کی ذات کے بارے میں بعض مضامین انٹرنیٹ یا اخبارات میں بھی آتے ہیں، کتب بھی لکھی گئی ہیں۔ ایک خاتون مسلمان بن کے ان سائیڈ سٹوری (Inside Story) بتانے والی بھی آجکل کینیڈا میں ہیں۔ جب احمدی اس کو چیلنج دیتے ہیں کہ آؤ بات کرو تو بات نہیں کرتی اور دوسروں سے ویسے اپنے طور پر جو مرضی گند پھیلا رہی ہے۔ تو بہر حال آج کل پھر یہ مہم ہے۔ ہر احمدی کو اس بات پہ نظر رکھنی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ آپؐ کی سیرت کے ہر پہلو کو دیکھا جائے اور بیان کیا جائے، اظہار کیا جائے۔ یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی خلاف بات سنی، جلوس نکالا، ایک دفعہ جلسہ کیا، ایک دفعہ غصے کا اظہار کیا اور بیٹھ گئے۔ بلکہ مستقل ایسے الزامات جو آپؐ کی پاک ذات پر لگائے جاتے ہیں ان کا رڈ کرنے کے لئے، آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلو بیان کئے جائیں۔ ان اعتراضات کو سامنے رکھ کر آپؐ کی سیرت کے روشن پہلو دکھائے جا سکتے ہیں۔ کوئی بھی اعتراض ایسا نہیں جس کا جواب موجود نہ ہو۔ جن جن ملکوں میں ایسا بیہودہ لٹریچر شائع ہوا ہے یا اخباروں میں ہے یا ویسے آتے ہیں وہاں کی جماعت کا کام ہے کہ اس کو دیکھیں اور براہ راست اگر کسی بات کے جواب دینے کی ضرورت ہے یعنی اس اعتراض کے جواب میں، تو پھر وہ جواب اگر لکھنا ہے تو پہلے مرکز کو دکھائیں۔ نہیں تو جیسا کہ مَیں نے کہا سیرت کا بیان تو ہر وقت جاری رہنا چاہئے۔ یہاں بھجوائیں تا کہ یہاں بھی اس کا جائزہ لیا جا سکے اور اگر اس کے جواب دینے کی ضرورت ہو تو دیا جائے۔ جماعت کے افراد میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں جس طرح مَیں نے کہا مضامین اور تقاریر کے پروگرام بنائے جائیں۔ ہر ایک کے بھی علم میں آئے۔ نئے شامل ہونے والوں کو بھی اور نئے بچوں کو بھی۔ تا کہ خاص طور پر نوجوانوں میں، کیونکہ جب کالج کی عمر میں جاتے ہیں تو زیادہ اثر پڑتے ہیں۔ تو جب یہ باتیں سنیں تو نوجوان بھی جواب دے سکیں۔
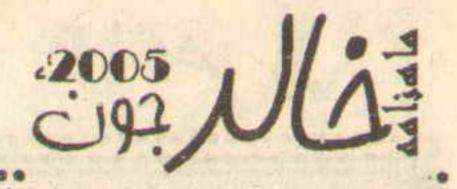
پھر یہ ہے کہ ہر احمدی اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرے۔ تا کہ دنیا کو یہ بتا سکیں کہ یہ پاک تبدیلیاں آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کی وجہ سے ہیں جو چودہ صدیوں سے زائد کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اسی طرح تازہ ہے"۔

(الفضل انٹرنیشنل 25 ر فروری تا 3 ر مارچ 2005ء)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامِ توحید

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 4 ر فروری 2005ء میں بیان فرمایا:۔

"حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خالص توحید کے قیام کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا تھا۔ اور بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے ایسے انتظامات فرما دیئے کہ آپ کے دل کو صاف، پاک اور مصفّٰی بنا دیا۔ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اندر اپنی محبت اور شرک سے نفرت کا بیج بو دیا۔ بلکہ پیدائش سے پہلے ہی آپؐ کی والدہ کو اُس نور کی خبر دے دی جس نے تمام دنیا میں پھیلنا تھا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ یہ رؤیا جو حضرت آمنہ نے دیکھا تھا، کس طرح سچ ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مکمل شریعت آپؐ پر اپنے وقت پر نازل ہوئی۔ اور وہ نور دنیا میں ہر طرف پھیلا۔ خدائے واحد کی محبت کا ایک جوش تھا جس نے آپؐ کی راتوں کی نینداور دن کا چین وسکون چھین لیا تھا۔ اگر کوئی تڑپ تھی تو صرف ایک کہ کس طرح دنیا ایک خدا کی عبادت کرنے لگ جائے، اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچاننے لگ جائے۔ اس پیغام کو پہنچانے کے لئے آپؐ کو تکلیفیں بھی برداشت کرنا پڑیں، سختیاں بھی جھیلنی پڑیں۔ لیکن یہ سختیاں، یہ تکلیفیں آپؐ کو ایک خدا کی عبادت اور خدائے واحد کا پیغام پہنچانے سے نہ روک سکیں۔ یہ خدائے واحد کے عبادت گزار بنانے کا کام جو آپؐ کے سپرد خدا تعالیٰ نے کیا تھا وہ آپؐ پر اللہ تعالیٰ کے احکامات اترنے کے بعد تو آپؐ نے انجام دینا ہی تھا لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا آپؐ کا دل بچپن سے ہی شرک سے پاک اور ایک خدا کے آگے جھکنے والا بن چکا تھا۔ خدا نے خود بچپن سے ہی اس دل کو اپنے لئے خالص کر لیا تھا"۔

(الفضل انٹرنیشنل 18 ر فروری تا 24 ر فروری 2005ء)

شرک سے نفرت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ 4 ر فروری 2005ء میں بیان فرماتے ہیں:۔

"حضرت عمرؓ ایک دفعہ اپنے والد کی قسم کھا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پکار کر فرمایا کہ سنو اللہ تمہیں اپنے

باپوں کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے۔ جسے قسم کھانے کی ضرورت پیش آئے وہ اللہ کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔

(بخاری کتاب الادب باب من لم یرا کفار من قال متأولا او جاھلا)

اوّل تو بعض لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر اللہ کی قسم کھانے کی عادت ہوتی ہے۔ عام رواج پڑ گیا ہے۔ یہ اس طرح قسمیں کھانی بھی نہیں چاہئیں۔ بعض حالات میں بعض مجبوریوں کے تحت قسم کھانی پڑتی ہے تو اس وقت کھائی جائے اور یہ ذہن میں ہو کہ اللہ تعالیٰ کو مَیں اس میں گواہ بنا رہا ہوں۔ آپؐ کو یہ کسی بھی صورت میں برداشت نہیں تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کے قریب کوئی انجانے میں بھی آسکے۔ پھر اگر کہیں سے ہلکا سا شائبہ بھی ہوتا کہ بعض عمل شرک کی طرف لے جانے والے ہیں آپؐ اس کو سختی سے رد فرمایا کرتے تھے۔ قبروں پر دعا کے لئے جانے کی تو آپؐ نے اجازت دی لیکن یہ برداشت نہیں تھا کہ وہاں دیئے وغیرہ جلائے جائیں۔ بعض لوگ دیئے جلاتے ہیں موم بتیاں جلاتے ہیں۔ تو ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قبروں کی زیارت کرنے والوں پر لعنت کی ہے جنہوں نے ان قبور کو غیر اللہ کی عبادت اور دیئے جلانے کی جگہ بنایا ہوا ہے۔

(ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا)

آج دیکھیں ہمارے ملکوں میں مسلمان کہلانے والے بھی یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ وہ بزرگ جو خود تو توحید کے قیام میں کوشش کرتے رہے لیکن ان کے نام پر شرک ہوتا ہے۔ ان سے منتیں مانگی جاتی ہیں، ان سے خواہشات پوری کرنے کی فریاد کی جاتی ہے، چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں اور یہ واقعات ہیں اور ہوتے ہیں۔ ایک عورت نے بتایا کہ اس کی کوئی عورت واقف تھی۔ اس کے پاس ایک بیٹا تھا۔ وہ کہتی یہ بیٹا مجھے داتا صاحب نے دیا ہے۔ مَیں نے کہا خدا کا خوف کرو (کہنے لگی) کہ نہیں پہلے مَیں اللہ تعالیٰ سے مانگتی رہی نمازوں میں دعائیں کرتی رہی مجھے بیٹا نہیں پیدا ہوا۔ جب مَیں نے داتا دربار میں حاضری دی تو مجھے بیٹا مل گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی بجائے داتا صاحب ان کے سب کچھ تھے۔ کوئی خدا کا خوف نہیں ہے اور برصغیر میں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مسلمان کہلا کر اس شرک میں بہت سارے لوگ مبتلا ہو رہے ہیں۔ اللہ کے رسول نے ایسے لوگوں پر لعنت ڈالی ہے''۔
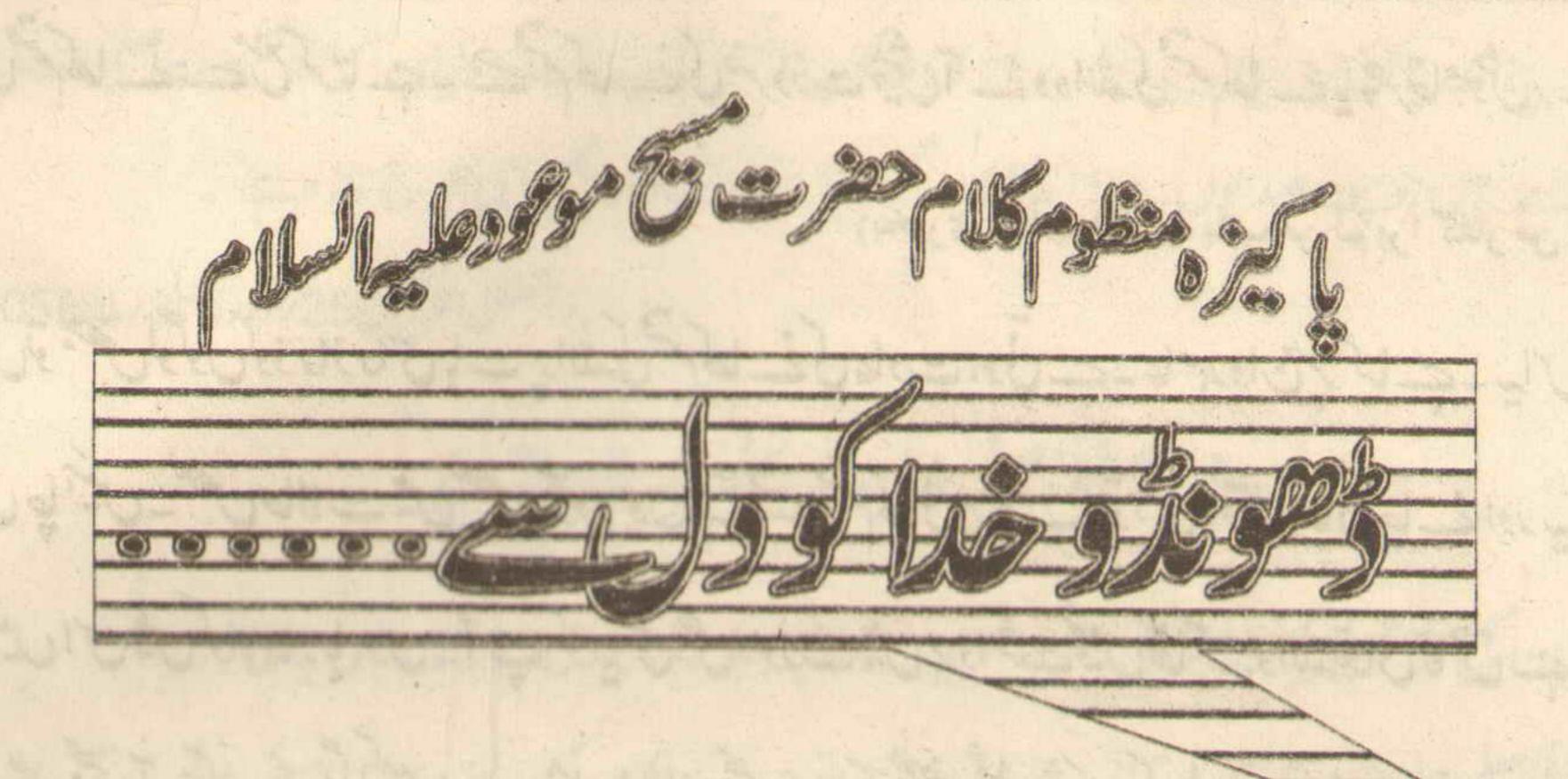
(الفضل انٹرنیشنل 18 رفروری تا 24 رفروری 2005ء)

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

آواز آ رہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خُدا کو دِل سے نہ لاف و گزاف سے

جب تک عمل نہیں ہے دِلِ پاک و صاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے

باہر اگر نہیں دِلِ مُردہ غِلاف سے
حاصل ہی کیا ہے جنگ و جدال و خِلاف سے

وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائیدِ حق نہ ہو مددِ آسماں نہ ہو

مذہب بھی ایک کھیل ہے جب تک یقیں نہیں
جو نُور سے تہی ہے خُدا سے وہ دیں نہیں

دینِ خُدا وہی ہے جو دریائے نور ہے
جو اِس سے دُور ہے وہ خدا سے بھی دُور ہے

دینِ خُدا وہی ہے جو ہے وہ خُدا نُما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کُشا

جن کا یہ دیں نہیں ہے نہیں اُن میں کچھ بھی دَم
دُنیا سے آگے ایک بھی چلتا نہیں قدم

وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں خام ہیں
بُت ترک کر کے پھر بھی بُتوں کے غلام ہیں

الحکم ۲۴؍اکتوبر ۱۹۰۱ء

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ

(نواز احمد چوہدری۔ ربوہ)

شکر اور احسان مندی، محسن کو احسان مند کے قریب سے قریب تر کرتے ہیں۔ اور ایک اٹوٹ رشتہ محسن اور احسان مند کے درمیان قائم ہو جاتا ہے۔ جب کہ ناقدری محسن کو منہ پھیرنے پر مجبور کرتی ہے اور اس کی ناراضگی کا باعث بنتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

(ترمذی باب ما جاء فی الشکر لمن احسن الیک)

یعنی کسی شخص کے احسان کے نتیجہ میں انسان کو اگر کوئی نعمت یا بھلائی حاصل ہو تو جہاں اللہ تعالیٰ کا شکر لازم ہے وہاں اس محسن شخص کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:-

''پس انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کا جو اس نے انسانی تربیت اور تکمیل کے واسطے مہیا کئے ہیں۔ ان کا خیال کر کے اس کا شکریہ کرے اور غور کرے کہ اتنے قویٰ اس کو کس نے عطا کئے ہیں۔ انسان شکر کرے یا نہ کرے۔ یہ اس کی اپنی مرضی ہے لیکن اگر فطرت سلیم رکھتا ہے اور سوچ کر دیکھے گا تو اس کو معلوم ہو گا کہ کیا ظاہری اور کیا باطنی ہر قسم کے قویٰ اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے ہوئے ہیں اور اسی کے تصرف میں ہیں۔ چاہے تو ان کو شکر کی وجہ سے ترقی دے اور چاہے تو ناشکری کی وجہ سے ایک دم ضائع کر دے۔ غور کا مقام ہے کہ اگر یہ تمام قویٰ خود انسان کے اپنے اختیار اور تصرف میں ہوں تو کون ہے کہ اس کا مرنے کو جی چاہے۔ انسان کا دل دنیا کی محبت کی گرمی کی وجہ سے آخرت سے بے فکری و سرد مہری اختیار کر لیتا ہے۔ غافل انسان ایسا نادان ہے کہ اگر اس کو خدا سے پروانہ بھی آ جاوے کہ تمہیں بہشت ملے گا۔ آرام ہو گا۔ اور طرح طرح کے باغ اور نہریں عطا کی جاویں گی تمہیں اجازت ہے اور تمہاری اپنی خواہش اور خوشی پر منحصر ہے کہ چاہو تو ہمارے پاس آ جاؤ اور چاہو تو دنیا میں ہی رہو۔ تو یاد رکھو کہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ وہ اسی دنیا کے گذارہ کو ہی پسند کریں گے اور باوجود طرح طرح کی تلخیوں اور مشکلات کے اسی دنیا سے محبت کریں گے''۔

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۶۴۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں۔

''وہ خدا جس کے انعامات انسان کے ساتھ ہر حال میں شامل رہتے ہیں اور وہ بے شمار اور بے اندازہ احسانات ہیں اسی کا شکر کرتے رہنا بہت ضروری ہے۔ شکر اسی کو کہتے ہیں کہ سچے دل سے اقرار کرے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ایسی ہیں کہ بے شمار اور بے اندازہ ہیں''۔

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۶۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔ مسلمان کا پوچھنے پر الحمدللہ کہہ دینا سچا سپاس اور شکر نہیں ہے''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:۔

''مسلمانوں سے حمد اٹھ گیا وہ کبھی اپنی حالت پر راضی نہیں ہوتے اور نہ خدا کا شکر کرتے ہیں۔ جب سے حمد و شکر اٹھا، خدا تعالیٰ کا انعام بھی اٹھ گیا۔ ''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ'' کو نہیں سمجھتے۔ تم اللہ کی بہت حمد کیا کرو''۔

(حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۴۳۶)

احسان مندی اور شکر خدا کے احسانات یاد دلاتے ہیں اور بندہ خدا کی محبت میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور جس سے محبت ہو انسان ہمیشہ اس کی تعریف کرتا ہے اور اُس سے خوش رہتا ہے اور راحت و سکون ترقی کی راہ میں حائل دشواریاں آسان کر دیتے ہیں۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا:۔

''ایک شخص کو گدا (سوال کرنے) کی عادت تھی۔ دن بھر لقمہ کے لئے پھرتا رہتا۔ آخر اس نے تکیہ کا دامن پکڑا، توبہ کی، اور دیا سلائیاں بیچنی شروع کیں۔ اور چار پیسے سے تجارت شروع کی۔ جس کے چھ پیسے بن گئے۔ آخر یہاں تک نفع ہوا کہ ایک کوٹھی کا مالک بن گیا۔ اصل یہ ہے کہ صداقت اور راستبازی پر چلے اور جو نفع مل جائے لے لے۔ یہ شکر گذاری کا نتیجہ تھا۔ ایک عورت نے مجھے طبابت میں ایک دھیلا دیا جسے میں نے شکریہ سے لیا اور ہزاروں کمائے''۔

(حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۴۳۶)

حضرت مصلح موعود بیان فرماتے ہیں:۔

''چند اخلاق کے ساتھ قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ ایک شکر ہے۔ شکر گزاری کے ساتھ بہت سے نیک اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور شکر گزاری کے ساتھ ترقی اور بہتری کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ شکریہ ادا کرنے کا فعل قوم کے اندر محبت اور اتحاد پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ جب کسی نیک تحریک پر شکریہ ادا کر کے اپنا فرض ادا کرتے ہیں تو بہت سے نیک اخلاق پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ حضرت جنید (یا شبلی فرمایا) رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ پہلے کسی صوبہ کے گورنر تھے۔ ایسے نیک اور صالح

بزرگ تھے کہ اولیاء کرام میں سے ہوئے۔ چنانچہ ان کے نام پر لوگ بچوں کے نام رکھتے ہیں (چنانچہ ہمارے قاضی اکمل صاحب کے بچوں کے نام جنید و شبلی ہیں) ان کا ذکر ہے کہ بادشاہ نے ان کو زمانہ کی گورنری میں ان کی حسن خدمات کے صلہ میں بہت اعلیٰ درجہ کا خلعت بخشا۔ جب وہ خلعت پہن کر دربار میں بادشاہ کے حضور بیٹھے تو چھینک آ گئی تو اپنی ناک اسی خلعت فاخرہ کے دامن سے پونچھ لی۔ بادشاہ نے دیکھ لیا اور سمجھا کہ ہماری خلعت کی بے حرمتی کی ہے۔ غلاموں کو حکم دیا فوراً ان سے چھین لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور دربار سے نکال دیا کہ جاؤ تم میں اعزاز شاہی کے شکریہ کی قابلیت نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بہت سخت حاکم اور ظالم گورنر تھے مگر پھر ایسے نرم دل اور عاجز بندے خدا کے ہو گئے کہ جن جن افراد رعیت کو ستایا تھا ان کے دروازے پر جا کر معافی طلب کی اور تقصیریں معاف کروائیں اور توبہ کی اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے۔ یہ اس خلعت کے واقعہ کا اثر تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ اے مولا! جب انسان کے ایک خلعت کی تحقیر کر کے ایسی سزا پائی ہے تو تُو نے جو نعمتیں بخشیں ان کا شکریہ ادا نہ کرنے پر تو بہت زیادہ مستحق سزا ہوں گا۔ چنانچہ پھر وہ شکریہ رب ادا کرنے سے اولیاء کرام میں سے ہو گئے۔ سوئم زیادہ شکر گزار بنو۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے میں نے دوزخ میں زیادہ حصہ عورتوں کا دیکھا کیونکہ وہ ناشکری ہوتی ہیں"۔

(انوار العلوم جلد ۱۲ صفحہ ۵۵۶-۵۵۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"قناعت اختیار کرو، اگر قناعت ہو گی تو تھوڑے پر بھی انسان راضی ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ زیادہ کمانے کے شوق میں ناجائز ذرائع سے بھی کمانے لگ جاؤ۔ جس کی شریعت تمہیں اجازت نہیں دیتی وہ کام بھی تم کرنے لگ جاؤ۔ اور شکر گزاری بھی اسی میں ہے کہ قناعت کرو۔ اور شکر گزاروں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر صحیح طور پر شکر کرو گے تو تمہیں میں اور زیادہ دوں گا۔ تو اس وعدے کے تحت اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ شکر کرو میں تمہارے اموال میں بھی برکت دوں گا، تمہاری نسلوں میں بھی برکت دوں گا۔ اس لئے یہ وہم دل میں نہ لاؤ کہ یہ کاروبار ہم نے نہ کئے تو بھوکے مر جائیں گے خدانخواستہ۔ اللہ کی خاطر کوئی کام کرو اور اس پہ شکر کرو گے تو اور زیادہ ملے گا"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 جولائی 2004ء)

❁❁❁❁❁❁❁❁

قراردادِتعزیت بروفات محترم صاحبزادہ مرزاادریس احمد صاحب

ہم جملہ ممبران مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزاادریس احمد صاحب کی وفات پر حضرت مرزامسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزاادریس احمد صاحب کی والدہ ماجدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اور مکرم محترم صاحبزادہ مرزاادریس احمد صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ، اولاد، بھائیوں، بہنوں اور جملہ افرادخاندان حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت میں دل کی گہرائیوں سے اظہارتعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

مکرم ومحترم مرزاادریس احمد صاحب حضرت صاحبزادہ مرزامنصور احمد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے بیٹے، حضرت صاحبزادہ مرزاشریف احمد صاحب کے پوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے نواسے تھے۔

آپ 13/مارچ 1937ء کو قادیان میں پیدا ہوئے اور 27اپریل 2005ء کو اسلام آباد میں وفات پاکر اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ محترم صاحبزادہ مرزاادریس احمد صاحب نے بی ایس سی کرنے کے بعد ٹی آئی ہائی سکول ربوہ میں کچھ عرصہ تک بطور سائنس ٹیچر خدمات سرانجام دیں۔ پھر کئی سال پاکستان چپ بورڈ فیکٹری جہلم میں کام کرتے رہے اور 1991ء میں لاہور شفٹ ہوگئے۔ آپ بہت سی خوبیوں کے مالک مرنجاں مرنج انسان تھے آپ سادہ مزاج، ملنسار، ہمدرد اور شریف الطبع تھے اور خدمت خلق کے جذبہ کے تحت مریضوں کا علاج بھی کرتے تھے۔ آپ جھوٹ سے بے حد نفرت کرتے تھے۔

حضورانور نے خطبہ جمعہ فرمودہ 29/اپریل 2005ء بمقام نیروبی آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

”جب سے بیماری کا پتہ لگا، چندماہ پہلے سے، بڑی بہادری سے اس بیماری کا مقابلہ کیا بلکہ دوسرے عزیزوں کو بھی تسلی دلایا کرتے تھے۔ بےنفس اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت ورحم کا سلوک فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے“۔

آپ کے دوبھائی اور دو بہنیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ا۔ حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ ۲۔ محترم صاحبزادہ مرزامغفور احمد صاحب امریکہ ۳۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف بیگم صاحبہ اہلیہ محترم میر مسعود احمد صاحب مرحوم ۴۔ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزاغلام احمد صاحب ناظر دیوان وصدر مجلس انصاراللہ پاکستان۔

دیگر پسماندگان میں آپ کی اہلیہ محترمہ صاحبزادی عتیقہ فرزانہ صاحبہ بنت حضرت صاحبزادہ مرزاعزیز احمد صاحب وہمشیرہ محترم صاحبزادہ مرزاخورشید احمد صاحب ناظراعلیٰ وامیر مقامی، دو بیٹے مکرم مرزانصر احمد صاحب لاہور کینٹ، مکرم مرزافاتح احمد صاحب امریکہ اور ایک بیٹی مکرمہ درثمین احمد صاحبہ اہلیہ مکرم صاحبزادہ مرزافضل احمد صاحب وکیل المال الثانی تحریک جدید ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور محترم میاں صاحب کو رحمت ومغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور جنت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

ہم ہیں ممبران عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانی

(مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب)

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب پٹھان قوم سے تعلق رکھتے تھے اور گوڑیانی تحصیل جھجر ضلع رہتک کے رہنے والے تھے، آپ ایک قابل ڈاکٹر تھے اور بطور ڈاکٹر مختلف جگہوں پر خدمت کی توفیق پائی آپ کے ایک بھائی حضرت محمد یعقوب خان صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق تھے۔ آپ کی پیدائش تقریباً ۱۸۵۶ء میں ہوئی۔

قبول احمدیت

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب کڑیانوالہ ڈسپنسری متصل لالہ موسیٰ میں بطور سب اسسٹنٹ سرجن تھے۔ جہاں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب آئینہ کمالات ...... ملی آپ فرصت کے وقت اس کتاب کا مطالعہ کرتے ایک روز لیٹے لیٹے آپ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے آپ کو خیال آیا کہ میں نے اس کتاب کے مطالعہ سے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں پھر ظاہری بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ اسی حالت میں آپ سو گئے۔ کتاب آپ کے سینہ پر رکھی ہوئی تھی۔ حالت نیند میں خواب دیکھا کہ ایک (بیت الذکر) کی محراب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ انتظار میں بیٹھے ہیں کہ حضور علیہ السلام نماز ختم کرلیں تو آپ سے ملاقات کروں۔ نماز ختم کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کی بیعت لی، بیعت لینے کے بعد حضور علیہ السلام آپ کو (بیت) کے صحن میں لے گئے۔ اور آپ کو اپنے سامنے کھڑا کرلیا اس وقت حضور علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک چمکتی ہوئی تلوار تھی جب حضور علیہ السلام اس تلوار کو حرکت دیتے تو اس میں سے چمک نکلتی تھی جب چمک نکلتی تھی تو ڈاکٹر صاحب کے جسم میں سے ایک بت نکل کر الگ کھڑا ہو جاتا تھا اس بت کو حضور علیہ السلام اس تلوار سے قتل کر دیتے تھے قتل کرنے کے بعد فرماتے تھے کہ یہ تکبر کا بت تھا۔ پھر تلوار کی چمکار سے ایک اور بت آپ کے جسم سے الگ ہو کر کھڑا ہو جاتا پھر حضور علیہ السلام اس کو قتل کر دیتے اور فرماتے یہ شرک کا بت تھا غرض یہ کہ بیشمار بت آپ کے جسم سے حضور علیہ السلام کی تلوار کی چمک سے الگ ہوئے اور حضور علیہ السلام کی تلوار نے قتل کئے کوئی ریاکاری کا بت تھا کوئی رسم ورواج کا بت تھا۔ کوئی برادری اور قومیت کا بت تھا وغیرہ وغیرہ۔

بیداری کے بعد آپ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں بذریعہ خط یہ خواب تحریر کیا حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا۔ آپ کی بیعت روحانی طور پر تو ہوگئی کسی وقت ظاہری بیعت سے بھی آکر مشرف ہو جائیں چنانچہ آپ نے قادیان جا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔

(بشارات رحمانیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۹،۱۱۸)

افریقہ میں تقرری

۱۸۹۶ء میں آپ ملازمت کے سلسلہ میں افریقہ بھیج دیے گئے جہاں آپ کی (دعوۃ الی اللہ) سے احمدیت کو کافی فروغ ملا اور عرصہ تین سال تک آپ اپنی ڈیوٹی کے علاوہ دینی فریضہ (دعوۃ الی اللہ) کو بھی نبھاتے رہے اور ۱۸۹۸ء میں واپس ہندوستان تشریف لائے آپ کی واپسی پر وہاں کی جماعت نے آپ کے اعزاز میں الوداعی تقریب منعقد کی

جس میں افریقہ کی انجمن کے سیکرٹری حضرت بابو محمد افضل صاحب نے الوداعی تقریب میں ایک رپورٹ میں فرمایا:

مشرقی افریقہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی کارروائی کی مختصر پنجسالہ رپورٹ

۱۸۹۶ء کے آغاز میں حضرت اقدس علیہ السلام کا ایک خادم بعہدہ ٹائم کیپری اور ایک دوسرا خادم مسمی میاں عبداللہ...... بزمرۂ قلیاں یوگنڈا ریلوے تین سال کے لیے...... ہندوستان سے مشرقی افریقہ کی بندرگاہ ممباسہ پر وارد ہوئے پھر اسی سال میں تھوڑے تھوڑے عرصہ کے تفاوت سے ہمارے معظم دوست ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب ساکن گوڑیان ضلع رہتک ملٹری محکمہ میں...... ملازم ہو کر۔ یہاں وارد ہوئے اور حضرت اقدس کی جماعت کو تقویت دی۔

مذکورہ بالا ممبران میں سے افریقہ میں کامل تین سال تک ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب ملٹری محکمہ میں رہے اور بڑی متانت اور حکمت کے ساتھ (دین حق) کے پاک اصولوں کی اشاعت کر کے ہمیشہ......سپاہیوں کے خیالات اس طرف مائل کرتے رہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ جہاد کا خیال ایک گناہ کبیرہ ہے گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ اہل (دین حق) کو ہمیشہ ہمدرد اور وفادار ہونا چاہیے کُل سپاہیوں کے واسطے ڈاکٹر صاحب کا وجود اور عمل ایک مبارک شے تھی، اکثر لوگ فوج سے آ کر ڈاکٹر صاحب سے قرآن شریف کے سبق اور تحصیل کرتے اور آپ کی صحبت سے اکثر لوگوں کو علم دینیات کا شوق پیدا ہوا اور علماء...... کی غلطی ان پر کھلی۔ بعضوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی خوابیں آئیں اور وہ مشرف بہ بیعت بھی ہوئے......

ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دو تین اور بھی ملٹری ڈاکٹر صاحب تھے جو آپ کے فیض اور صحبت سے مشرف بہ بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوئے چونکہ ڈاکٹر صاحب کو فوجی خدمات پر ممباسہ کے گردونواح دیگر بندرگاہوں پر بھی جانا پڑتا تھا اس طرح قریباً مشرقی افریقہ کی کل بندرگاہوں پر اس پاک سلسلہ کی (دعوۃ الی اللہ) ہوتی رہی اور فن اشاعت میں ڈاکٹر صاحب موصوف کو ایک خاص مہارت اور دلچسپی بھی ہے۔ اللھم زد فزد۔ (الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۱ء)

آپ اپنی نوکری کی تین سالہ میعاد پوری کر کے ۱۸۹۸ء میں واپس ہندوستان آ گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان تشریف لائے۔

خاص خدمت کی توفیق

اس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ مقدمہ چل رہا تھا۔ حضور نے اپنے بعض اشتہارات میں یہ شائع کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مقدمہ میں بھی کامیاب اور سرخرو رکھے گا، آپ کی یہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ اس مقدمے کے ایام میں حضرت ڈاکٹر صاحب نے ایک خاص خدمت کی توفیق پائی، حضرت مفتی محمد صادق صاحب آپ کی اس خدمت کے متعلق فرماتے ہیں:

"اسی مقدمہ کے ایام میں ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب ساکن گوڑیانی نے ایک خدمت سرانجام دی اور وہ یہ تھی کہ ڈاکٹر صاحب ایک استفتاء لے کر مختلف علماء کے پاس گئے یہ استفتاء دراصل مولوی محمد حسین کے بارہ میں تھا کیونکہ مولوی محمد حسین نے گورنمنٹ کو خوش کرنے اور زمینیں حاصل کرنے کے لئے جو ایک رسالہ انگریزی میں شائع کیا تھا اس میں مولوی محمد حسین نے صاف لکھ دیا تھا کہ مسلمانوں میں جو مہدی کے آنے کا عقیدہ ہے اس کے لئے کوئی صحیح سند نہیں ہے اور اسی طرح مہدی کے آنے کے عقیدہ کا انکار کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف یہ استفتاء غیر احمدی علماء کے پاس لے کر گئے، دہلی اور امرتسر کے جتنے بڑے بڑے علماء ہیں ان سب نے یہ سمجھ کر کہ یہ استفتاء مرزا صاحب کے متعلق ہے بڑی خوشی سے یہ فتویٰ لکھ دیا کہ مہدی کے آنے کے عقیدہ کا منکر کافر ہے جب یہ فتویٰ شائع ہوا اور مولوی محمد حسین

صاحب کی تحریروں پر اس کو چسپاں کیا گیا اور مولوی محمد حسین ان علماء کے پاس جا کر رویا پیٹا کہ مرزا کے مرید چالاکی کے ساتھ تم سے میرے خلاف فتویٰ لکھالے گئے ہیں تب اُن میں سے بعض وہابی علماء نے یہ شائع کیا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ڈاکٹر اسماعیل جو استفتاء لے کر آیا تھا، مرزا صاحب کا مرید تھا اور ہم نے جو فتویٰ دیا تھا وہ مرزا صاحب کے خلاف دیا تھا مولوی محمد حسین صاحب کے خلاف نہیں دیا تھا۔ علمائے اہل حدیث کی اس حرکت پر لوگ بہت متعجب ہوئے لیکن حنفی علماء نے شائع کیا کہ ہم لوگ اپنے فتوے پر قائم ہیں خواہ وہ مولوی محمد حسین پر پڑے یا کسی دوسرے پر''۔

(ذکر حبیب صفحہ ۵۲،۵۱ از حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

شادی

اکتوبر ۱۹۰۱ء میں آپ کی شادی احمد النساء بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ آپ کی شادی کی خبر اخبار الحکم نے اس طرح شائع کی۔

''ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ گڑھ شنکر کی شادی (رفیق) قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکہ دار شکرم لودھیانہ کی صاحبزادی سے ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۱ء کو ہوگئی جس کے لئے ہم فریقین کو مبارکباد دیتے ہیں اس شادی کا تذکرہ ہم نے محض اس لحاظ سے کیا ہے کہ یہ احمدی قوم میں ایک قابلِ نمونہ شادی ہے''۔

(الحکم ۱۷؍اکتوبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۷ کالم ۲،۳)

آپ کی اولاد کا زیادہ علم نہیں ہوسکا ایک بیٹی عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد شریف صاحب کی وفات ۶؍جون ۱۹۲۷ء کو بوقت شام سات بجے ہوئی مرحومہ بڑی ہونہار مڈل پاس، نیکو کار اور احمدیت کی دلدادہ تھیں۔ (الفضل ۸ جولائی ۱۹۲۷ء صفحہ ۲ کالم ۳)

طبی خدمات

افریقہ سے واپس آنے کے بعد آپ گوڑ گاؤں میں ہی بطور ہاسپٹل اسسٹنٹ متعین ہوئے لیکن ۹۹۔۱۸۹۸ء میں ضلع گورداسپور و ہوشیار پور میں طاعون پھیلنے کی وجہ سے یہاں بلا لیے گئے اخبار الحکم لکھتا ہے:۔

''ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب ہاسپٹل اسسٹنٹ شفاخانہ صدر گوڑ گاؤں سے پلیگ ڈیوٹی پر موضع صاحبہ ضلع ہوشیار پور میں تشریف لائے''۔

(الحکم ۵؍مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۶ کالم ۳)

یہاں چار پانچ مہینے کام کرنے کے بعد آپ کو گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور میں ہاسپٹل اسسٹنٹ مقرر کیا گیا۔ افریقہ کی جماعت آپ کو اپنے اخلاص اور تربیتی اثر کی وجہ سے ابھی تک بھلا نہ پائی تھی اور مرکز احمدیت قادیان میں افریقہ سے اکثر ایسے خطوط آتے جن میں آپ کا پتہ مطلوب ہوتا تھا چنانچہ ایڈیٹر صاحب اخبار الحکم فرماتے ہیں:۔

''افریقہ کے اکثر احباب ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب ساکن گوڑیانی......کا پتہ پوچھتے ہیں عام اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور کے ہسپتال میں متعین ہیں اس سے پیشتر ڈاکٹر صاحب ضلع ہوشیار پور کی پلیگ ڈیوٹی پر نہایت قابلیت کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں''۔ (الحکم ۱۷؍دسمبر ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ کالم ۱)

گڑھ شنکر میں ڈیوٹی کے دوران ہی آپ کی شادی ہوئی، آپ ایک جوشیلے احمدی تھے اس لئے جہاں رہتے وہاں (دعوۃ الی اللہ) آپ کا خاص شغل ہوتا تھا، گڑھ شنکر میں بھی آپ نے اس شغل کو بڑی تندہی سے جاری رکھا اخبار الحکم اپنے نام لگوایا ہوا تھا جس کی وجہ سے اور بھی احمدی دوست یہاں آ کر اخبار پڑھتے اور دوسروں کو بھی احمدیت سے آگاہی ہوتی۔

گڑھ شنکر کے بعد آپ مادھو پور میں رہے جہاں سے جنوری ۱۹۰۴ء میں پلیگ ڈیوٹی پر بمقام گورداسپور تبدیل کیے گئے۔

(البدر یکم فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۰ کالم ۳)

۱۹۰۴ء میں آپ کا تبادلہ گورداسپور ہوگیا اور آپ وہاں تشریف لے گئے حضرت حکیم محمد دین ولد حضرت شیخ برکت علی صاحب فرماتے ہیں:۔

''ایسا اتفاق ہوا کہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم کی تبدیلی گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور سے گورداسپور میں جنرل ڈیوٹی پر اور پھر پلیگ ڈیوٹی ...... ان ایام میں ہوئی جبکہ مقدمہ کرم دین شروع تھا جب ڈاکٹر صاحب یہ خبر لے کر قادیان میں حضور سے ملے تو حضرت اقدس بڑے خوش ہوئے۔ فرمایا اچھا ہوا ڈاکٹر صاحب آپ آگئے اور فرمایا کہ ہمیں وہاں قیام کے لئے بڑی دقت ہوتی ہے اس لئے آپ وہاں ایک بڑا سا مکان کرایہ پر لے لیں جس کا کرایہ ہم ادا کیا کریں گے اور آپ وہاں قیام کریں ہم جب پیشی کیلئے آیا کریں گے تو وہاں اُترا کریں گے۔ اس حکم کی تعمیل میں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے گورداسپور میں تالاب کے نزدیک ایک وسیع مکان ۱۵ روپے ماہوار کرائے پر لے لیا جس میں حضرت اقدس بمعہ احباب اترا کرتے تھے......' (رجسٹر روایات نمبر ۱۳ صفحہ ۳۳،۳۴)

گورداسپور قیام کے دوران یہ عظیم سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی کہ خدا کا پیارا مسیح آپ کے ہاں قیام کرتا اور آپ امام وقت کی میزبانی کی توفیق پاتے اور مقدمہ کی پیروی کے لئے حضور کے بار بار آنے کی وجہ سے بار بار آپ یہ خدمت کا موقع پاتے رہے۔ ایڈیٹر صاحب البدر ۱۵ر فروری ۱۹۰۴ء کی ڈائری لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''کوئی آٹھ بجے رات کا وقت تھا کہ بمقام گورداسپور حضرت اقدس کے کمرہ میں چند احباب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام کا روئے سخن جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب احمدی انچارج پلیگ ڈیوٹی گورداسپور کی طرف تھا کہ تقویٰ کے مضمون پر حضرت اقدس نے ایک تقریر فرمائی......

اس مقام پر ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب نے عرض کی کہ حضور شیطان سے فریب کی کوئی مثال بیان فرمائی جاوے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی ذکر میں مثال یوں بیان فرمائی کہ......'' (البدر ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۷)

غرض یہ کہ گورداسپور کا قیام آپ کے لئے نہایت ہی بابرکت اور روح افزا رہا۔ ۱۹۰۵ء میں آپ دہلی چلے گئے جہاں اپنی ڈاکٹری خدمات سرانجام دیتے رہے۔

قادیان میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کئی (رفقاء) کے علاج معالجے کا موقع ملا حضرت مرزا مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے تو آپ بھی معالج ٹیم میں شامل تھے۔ ۱۹۰۶ء میں حضور کے ایک معمر (رفیق) حضرت میاں الٰہی بخش صاحب مالیر کوٹلوی (وفات ۹ر اپریل ۱۹۰۶ء بہشتی مقبرہ) قادیان سے کوٹلہ جانے پر مصر تھے حضور نے حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب کو ان کی طرف بھیجا تا ملائمت سے ان کو سمجھا دیں کہ ایسی بے اعتبار حالت میں ریل پر وہ سوار نہیں ہو سکتے۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم حصہ اول صفحہ ۳۶)

بے حجاب دوست کی غیرت

آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے ایک عجیب محبت تھی حضور کی خیر و عافیت کا آپ کو ہر لحہ فکر تھا حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب مقدمہ گورداسپور کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

......حضور نے تاریخ سے دو روز پہلے مجھے گورداسپور بھیجا کہ میں وہاں جا کر بعض حوالے نکال کر تیار کر رکھوں کیونکہ اگلی پیشی میں حوالے پیش ہونے تھے میرے ساتھ شیخ حامد علی اور عبدالرحیم نائی باورچی کو بھی حضور نے گورداسپور بھیج دیا، جب ہم گورداسپور مکان پر آئے تو نیچے سے ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم کو آواز دی کہ وہ نیچے آ دیں اور دروازہ کھولیں، ڈاکٹر صاحب موصوف اس وقت مکان میں اوپر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے آواز دینے پر ڈاکٹر صاحب نے بے تاب ہو کر رونا اور چلانا شروع کر دیا ہم نے کئی آوازیں دیں مگر وہ اسی طرح روتے رہے آخر تھوڑی دیر کے بعد وہ آنسو پونچھتے ہوئے نیچے آئے ہم نے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس محمد حسین منشی آیا تھا۔ اسنے مجھے کہا کہ آج کل

یہاں آریوں کا جلسہ ہوا ہے۔ جلسہ کی عام کارروائی کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ اب جلسہ کی کارروائی ہو چکی ہے اب لوگ چلے جاویں کچھ ہم نے پرائیویٹ باتیں کرنی ہیں...... پھر ان آریوں میں سے ایک شخص اٹھا مجسٹریٹ کو مرزا صاحب کا نام لے کر کہنے لگا کہ یہ شخص ہمارا سخت دشمن اور ہمارے لیڈر لیکھرام کا قاتل ہے اب وہ شکار آپ کے ہاتھ میں ہے اور ساری قوم کی نظر آپ کی طرف ہے اگر آپ نے اس شکار کو ہاتھ سے جانے دیا تو آپ قوم کے دشمن ہوں گے اور اسی قسم کی جوش دلانے کی باتیں کیں اس پر مجسٹریٹ نے جواب دیا کہ میرا تو پہلے سے خیال ہے کہ ہو سکے تو نہ صرف مرزا کو بلکہ اس مقدمہ میں جتنے بھی اس کے ساتھی اور گواہ ہیں سب کو جہنم میں پہنچا دوں مگر کیا کیا جاوے کہ مقدمہ ایسا ہوشیاری سے چلایا جا رہا ہے کہ کوئی ہاتھ ڈالنے کی جگہ نہیں ملتی لیکن اب میں عہد کرتا ہوں کہ خواہ کچھ ہو اس پہلی پیشی میں ہی عدالتی کارروائی عمل میں لے آؤں گا۔ (محمد حسین نے کہا) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مجسٹریٹ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ شروع یا دوران مقدمہ میں جب چاہے ملزم کو بغیر ضمانت قبول کئے گرفتار کر کے حوالات میں دے دے۔ (محمد حسین نے کہا) میرے خیال میں دو تجویزیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ چیف کورٹ لاہور میں یہاں سے مقدمہ تبدیل کرانے کی کوشش کی جاوے اور دوسرے یہ کہ خواہ کسی طرح ہو مگر مرزا صاحب اس آئندہ پیشی میں حاضر عدالت نہ ہوں اور ڈاکٹری سرٹیفکیٹ پیش کر دیں......

(سیرت المہدی حصہ اوّل صفحہ ۷۸،۷۷)

الٰہی تقدیر کہ حضور علیہ السلام آریوں کی اس چال سے محفوظ رہے اور آریہ احباب اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہوئے لیکن حضرت ڈاکٹر صاحب کی فکر مندانہ کیفیت اور بے چینی ظاہر کرتی ہے کہ آپ حضور سے ایک والہانہ محبت اور غیرت رکھتے تھے حضرت مولوی مدد خان صاحب کشمیری سابق انسپکٹر بیت المال قادیان اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''......۱۹۰۴ء میں جبکہ کرم دین کے ساتھ مقدمہ تھا...... گورداسپور پہنچے تو دیکھا کہ ڈاکٹر محمد اسماعیل گوڑیانی والے بہت ہی بگڑے ہوئے ہیں میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب آپ کو اتنی گھبراہٹ کیوں ہے! فرمایا بھائی صاحب مجھ کو اس واسطے گھبراہٹ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ یہاں یہ مشورہ کیا گیا ہے کہ حضور کو ضرور ہی حوالات میں دیا جائے چاہے پانچ منٹ کے واسطے ہی کیوں نہ ہو مگر ضرور ہی آپ کو حوالات میں دیا جائے...... میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں اور کیا کرنا چاہیے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کوئی ثواب کا کام کرے حضور کو یہ پیغام پہنچا دے کہ آپ گورداسپور نہ آئیں بیماری کا سرٹیفکیٹ لے لیں اگر سو روپیہ بھی خرچنا پڑے تو خرچ دیں میں خود ادا کر دوں گا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ کیا حضور جھوٹے سرٹیفکیٹ لیں؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بھائی صاحب اگر کسی نے ثواب لینا ہے تو لے لے میں نے کہا کہ کیا اس وقت کوئی جائے؟ کہا ہاں! اس کے بعد میں نے کہا۔ آپ مجھ کو لالٹین (لیمپ) لے دیں میں ابھی رات رات ہی چلا جاؤں گا، ڈاکٹر صاحب نے اس وقت لالٹین دی میں اسی وقت گورداسپور سے قادیان کو روانہ ہوا''

(الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ کالم ۲،۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے آپ کے دل میں اس جوش و محبت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی حضور علیہ السلام کی شفقتوں اور محبتوں کا مورد بنایا تھا اور آپ نے حضور کی عنایات سے ایک وافر حصہ پایا تھا۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانی کو فرمایا کہ: ڈاکٹر صاحب! ہمارے دو قسم کے دوست ہیں ایک وہ جن کے ساتھ ہم کو حجاب نہیں اور دوسرے وہ جن کو ہم سے حجاب ہے اس سے ان کے دل کا اثر ہم پر بھی پڑتا ہے اور ہم کو ان سے حجاب رہتا ہے جن لوگوں سے ہم کو کوئی حجاب نہیں ہے ان میں ایک آپ بھی ہیں''

(الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۳ کالم ۲)

سردار مصباح الدین احمد صاحب فرماتے ہیں:
''ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانی والے کی روایت ہے کہ مجھے سالن کھانے کا بہت شوق تھا میں کثرت سے سالن کھاتا حضرت اپنی طشتری سے بوٹیاں اور سالن نکال کر میرے آگے رکھتے اس طرح کئی دن گذر گئے ایک دن کھانے کے وقت حضور نے فرمایا کہ ''ایک بزرگ تھے ان کے پاس جب کوئی بیعت کے لئے جاتا تو وہ پہلے اسے دو روٹیاں اور ایک چمچہ دال کا دیتے یا اگر کسی سے دال بچ جاتی اور روٹی ختم ہو جاتی یا کسی سے روٹی بچ جاتی اور دال ختم ہو جاتی تو اس کی بیعت نہ لیتے اور فرماتے کہ جو شخص دو روٹی اور ایک چمچہ دال کا آپس میں نبھا نہیں کر سکا وہ ہمارے ساتھ کیا نبھا کر سکے گا''۔
جب حضور نے یہ قصہ سنایا تو میں نے سمجھا کہ حضور نے میری تربیت کے لئے بتایا ہے اس روز سے آج تک میری یہ کیفیت ہے کہ بعض وقت صرف ایک بوٹی سے روٹی کھا لیتا ہوں اور بعض اوقات اس میں سے بھی کچھ حصہ بچ جاتا ہے۔ (جب ڈاکٹر صاحب مرحوم نے یہ واقعہ مجھے سنایا تو ان کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ سردار مصباح الدین احمد، الحکم ۱۴ فروری ۱۹۳۴ء)

حضور علیہ السلام سے دلی محبت اور اخلاص کی وجہ سے اپنے کاموں سے وقت نکال کر حضور کی ملاقات کے لئے قادیان آتے اخبار البدر ۸/دسمبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے۔
''......ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب انچارج پلیگ ڈیوٹی گورداسپور سے سید عزیز الرحمٰن صاحب کے ساتھ قادیان میں وارد ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور مجلس سے فیض یاب ہوئے''۔
آپ اپنے وطن کے آم بھی تحفۃً حضرت صاحب کی خدمت میں اکثر بھجواتے تھے ایک دفعہ آپ نے کچھ آم بھجوائے اور ساتھ ہی خط بھی بھیجا کہ اس دفعہ آم کم ہوئے ہیں اور اس جگہ کے جو آم حضور کو پسند ہیں ان کے یہی چند دانے ہیں جو میں بھیج رہا ہوں۔ یہ پیل والے آم تھے۔
((رفقاء) احمد جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۲۰۰۔۱۹۹)

دہلی میں خدمات

۱۹۰۵ء میں آپ گورداسپور سے تبدیل ہو کر دہلی چلے گئے۔ وہاں بھی احمدیت کی خدمت میں ایک نمونہ قائم کیا۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام دہلی تشریف لے گئے جتنے دن حضور وہاں قیام پذیر رہے آپ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہا اخبار البدر ''شکریہ دہلی'' کے تحت لکھتا ہے۔
''مخدومی ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب جو اپنی قابل تقلید چستی اور ہوشیاری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کے ہاتھوں سے وقت چھین چھین کر حضرت کی خدمت کے واسطے حاضر ہوتے رہے اکثر رات کو بہت دیر کے بعد گھر واپس جاتے اور ہر طرح کی خدمت دلی محبت سے کرنا اپنا فخر جانتے تھے''۔
(البدر ۷ انومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۶ کالم ۱)

۲۵ جولائی ۱۹۰۶ء کو دہلی میں مولوی عبدالحق صاحب سے حضرت میر قاسم علی احمدی صاحب کا مباحثہ ہوا حضرت میر صاحب نے حضرت ڈاکٹر محمد اسمعیل خان صاحب کو میر مجلس مقرر فرمایا۔ (الحکم ۱۰/ اگست ۱۹۰۶ء صفحہ ۷ کالم ۱)

خدمات

آپ نے زندگی بھر (دعوۃ الی اللہ) کے اہم فریضہ کو احسن طریق پر نبھایا۔ ڈاکٹر ہونے کے ناطے آپ کو مختلف مواضع پر کام کرنے کی توفیق ملی لیکن ڈاکٹری مصروفیات کو کبھی بھی دینی خدمات پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ افریقہ کا تین سالہ قیام بھی فروغ احمدیت میں مصروف رہا اور احمدیت کے آغاز ہی میں افریقہ جیسے دور دراز ممالک میں آپ کے ذریعہ احمدیت کا بہت چرچا ہوا اور آپ کے اخلاص اور عملی نمونہ کو دیکھتے ہوئے کئی متلاشیان صدق حلقہ احمدیت میں داخل ہوئے، حضرت ڈاکٹر رحمت علی شاہ صاحب برادر حضرت روشن علی صاحب بیان فرماتے ہیں:

''میں ممباسہ ملک افریقہ میں ہاسپٹل اسسٹنٹ تھا مجھے حضرت اقدس کے حالات سے کچھ واقفیت نہ تھی زیادہ تر طبیعت نیچریت کی طرف مائل تھی، اتفاقاً میں بیمار ہو گیا اور اس پر ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب جو اس وقت اسی ملک میں ایک پلٹن میں ڈاکٹر تھے عارضی طور پر آ کر میری جگہ کام کرنے لگے اس اثنا میں انہوں نے حضرت اقدس جناب مرزا صاحب کی کتابیں مجھے دکھلائیں، انہی ایام میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا بھاری سمندر ہے میں اس کے کنارہ پر کھڑا ہوں اور پار ہونا چاہتا ہوں مگر نہ کوئی جہاز ہے اور نہ کوئی اور ذریعہ پار ہونے کا ہے علاوہ ازیں سمندر ایسا خوفناک ہے کہ پار ہونے کی جرأت ہی نہیں پڑتی میں اسی حالت میں سخت حیران تھا کہ کیا کروں کہ ناگاہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب آ گئے اور فرمانے لگے کہ کیا تم پار جانا چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ ہاں فرمانے لگے آؤ میں تمہیں ایسا راستہ بتلاؤں کہ وہاں کشتی وغیرہ کی بھی حاجت نہیں، چنانچہ میں ان کے ساتھ کنارے کنارے ایسی جگہ پر پہنچا کہ وہاں سمندر کا عرض صرف ایک قدم تھا اور فرمایا کہ یہاں سے پار ہو جاؤ اس کے بعد آنکھ کھل گئی اس کے بعد یہی تفہیم ہوئی کہ منزل مقصود پر پہنچنے یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے لئے صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ حضرت مرزا صاحب ہیں لہٰذا میں بارشاد ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں بذریعہ خط داخل ہوا''۔

(عسل مصفیٰ جلد دوم صفحہ ۵۰۷)

افریقہ سے واپسی کے بعد ۱۸۹۸ء میں جب آپ کی ڈیوٹی ضلع جالندھر و ہوشیار پور میں طاعون کے سلسلہ میں لگی تو ڈیوٹی پر پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں آپ کی (دعوۃ الی اللہ) سے ایک ولی اللہ انسان جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے جن کا نام حضرت بابا شیر محمد صاحب یکہ بان تھا، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں:-

''صوفی شیر محمد صاحب سلسلہ احمدیہ میں حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب گوڑیانوی کے ذریعہ داخل ہوئے۔ جب ۱۸۹۸ء میں ضلع جالندھر و ہوشیار پور میں طاعون پھیلا تو حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم پلیگ ڈیوٹی پر مامور ہو کر دوآبہ میں گئے اور اسی سلسلہ میں صوفی شیر محمد صاحب کے یکہ پر سوار ہونے کا انہیں موقع ملا ان ایام میں احمدی جماعت کے افراد خدا کے فضل و کرم سے (دعوۃ الی اللہ) کا ایک خاص جوش رکھتے تھے ان کے اندر ایک نہ بجھنے والی آگ تھی جو ہر مشکل اور مصیبت کو بھسم کر جاتی تھی بلکہ مشکلات اور مصائب ان کے (داعیانہ) جوش کو بڑھا دیتی تھیں اور وہ پہلے سے زیادہ قوت اور وارفتگی کے ساتھ پیغام حق پہنچانے میں مصروف ہو جاتے تھے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے شیر محمد یکہ بان کو (دعوۃ) کی اور خدا کے فضل و رحمت کے نشان کو دیکھو کہ...... اس (پیغام) میں کچھ ایسا اثر اور قوت تھی کہ اس نے مس خام کو کندن بنا دیا میاں شیر محمد صاحب نے حق سمجھ لیا اور سمجھ کر قبول کر لیا......'' (الفضل ۶ دسمبر ۱۹۲۹ء)

خلافت سے وابستگی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے خلافت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور تادم مرگ اس تعلق بیعت کو نبھایا۔

وفات

آپ سب اسسٹنٹ سرجن کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد قادیان میں رہائش اختیار کر لی اور باقی عمر یہیں گذاری یہاں بھی اپنی ڈاکٹری خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ ممبر مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان مقرر ہوئے نہایت محنت سے اس اعزاز کو نبھایا۔

۹ رجون ۱۹۲۱ء کو قادیان میں ۶۵ برس کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ اخبار الفضل نے

وفات کی خبر دیتے ہوئے لکھا کہ:-

''۹رجون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشقِ زار اور نہایت مخلص مرید جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب متوطن گوڑیانی دارالامان میں فوت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون، احباب جنازہ غائب پڑھیں۔ ۹ تاریخ صبح کے وقت جب حضرت خلیفۃ المسیح (الثانی) ڈاکٹر صاحب مرحوم کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو فرمایا آج صبح میں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کے آنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور میں نے ان کو اپنے مکان میں سے ۱۶ مرلہ زمین دی ہے اور اس سے تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر صاحب دنیا کو چھوڑ کر مسیح موعود علیہ السلام کے پاس چلے گئے'' (الفضل ۱۳۔ ۹ رجون ۱۹۲۱ء)

میرے ہاتھوں میں وہ دعا سا تھا

موجِ تقدیس تھا، صبا سا تھا
اُس کا چہرہ کھلا کھلا سا تھا

بات کرتا تھا پھول جھڑتے تھے
خوشبوؤں سے بھرا بھرا سا تھا

مکتبِ عشق میں وہ بادِ بہار
سب وفاؤں کی اِنتہا سا تھا

کتنے عہدوں کا زخم خوردہ تھا
پھر بھی لب پر عجب دِلاسا تھا

میری تیرہ نوشتِ زیست میں وہ
ایک جلتا ہوا دِیا سا تھا

روشنی گھل رہی تھی آنکھوں میں
میرے ہاتھوں میں وہ دعا سا تھا

میری سوچوں کی چار دیواری
میری غزلوں کا آسرا سا تھا

سو گئے تھے تمام لوگ مگر
شب کے دِل میں وہ جاگتا سا تھا

حبسِ بار حیات میں طاہرؔ
تازگی جان کی، ہوا سا تھا

('بام بقا' از مکرم طاہر عدیم صاحب)

آئن سٹائن کی کہانی

(مکرمہ ریحانہ صدیقہ بھٹی صاحبہ ایم۔ایس۔سی فزکس۔فاروق آباد)

پیدائش: ۱۴ مارچ ۱۸۷۹ء، آغازِ شہرت: ۱۹۰۵ء کے مقالہ جات، وفات: ۱۸ اپریل ۱۹۵۵ء

پیدائش اور تعلیم

البرٹ آئن سٹائن کی پیدائش جرمنی کے صوبے (Wurttemberg) ورٹم برگ کے شہر الم (Ulm) میں ہوئی۔اس کی پیدائش کے چند ہی ہفتوں کے بعد اس کا خاندان میونخ (سوئٹزرلینڈ) منتقل ہوگیا۔اس کے والد بجلی کے آلات کا کاروبار کرتے تھے۔اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ چارلی چپلن سے ملتا جلتا یہ بچہ، جو دیکھنے میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہالی وڈ کے لیے پر تول رہا ہو، مستقبل میں دنیا کو نئے اور اچھوتے خیالات سے روشناس کروائے گا۔وہ یقیناً بلا کا ذہین تھا جس نے گہری سوچ کے بعد یہ خیال ظاہر کیا کہ کائنات ایسی نہیں جیسی کہ نظر آتی ہے۔

وہ یہودی النسل تھا۔آئن سٹائن کا کہنا تھا کہ اس کے والدین کو مذہب سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔1886ء میں آئن سٹائن نے اپنا سکول شروع کیا۔اسے ریاضی اور فزکس میں شروع ہی سے دلچسپی تھی۔اس نے کیلکولس (calculus) بہت چھوٹی عمر میں پڑھا یعنی (12-16) سال کی عمر میں اور وہ بھی بغیر کسی استاد کے۔اگرچہ اسکا شمار اچھے طلبا میں ہوتا تھا لیکن اسکے تعلیمی ریکارڈ میں بظاہر کوئی کارنامہ نظر نہیں آتا۔

شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ وہ اپنے انداز سے پڑھتا تھا۔ اور اکیلے بیٹھ کر پڑھنا زیادہ پسند کرتا تھا۔

ایک مرتبہ یونانی کے ایک استاد نے اسے کہا
"تم کبھی بھی کچھ نہ بن پاؤ گے"۔

1894ء میں اس کا خاندان اٹلی منتقل ہوگیا۔لیکن آئن سٹائن کو تعلیمی وجوہات کی بنا پر میونخ ہی میں رہنا پڑا۔ 1896ء میں اس نے سوئس فیڈرل پولی ٹیکنیک سکول (Swiss Federal Poly Technique School) میں داخلہ لیا اور یہاں سے اس نے فزکس اور ریاضی کے استاد کے طور پر ٹریننگ لی۔یہ چار سال کا کورس تھا اور کلاسوں میں حاضری پر کوئی پابندی نہیں تھی۔لہذا وہ زیادہ تر وقت لیبارٹری میں گزارتا۔1900ء میں اس نے اپنا ڈپلومہ مکمل کر لیا تھا لیکن وہ کسی ٹیچنگ ملازمت کے حصول میں ناکام رہا اور دو سال تک بغیر کسی باقاعدہ ملازمت کے گھومتا رہا 1901ء میں اس نے مختلف یونیورسٹیوں میں خطوط بھی لکھے لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔یہاں تک کہ پھر اس نے کسی یونیورسٹی میں ملازمت کی خواہش ترک کر دی۔یہ وقت اس کے لیے بہت مشکل تھا۔یہاں تک کہ پھر 1902ء میں اس نے ایک

ٹیکنیکل اسسٹنٹ کی ملازمت قبول کر لی یہ نوکری بھی اُسے اپنے ایک دوست مارسل گراس مین کے والد کی وساطت سے ملی تھی۔ اس بیکاری کے دور کا ذکر اس نے گراس مین کی وفات پر اس کی بیوہ۔ کے نام ایک خط میں اس طرح کیا ہے۔

''ایجادات کے دفتر میں نوکری دلوا کر اس نے میری جان بچالی یہ نہیں کہ نوکری نہ ملنے سے میں مرجاتا لیکن ذہنی طور پر معذور ہو جاتا'' (جدید طبیعات کے بانی)

اس سے جہاں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اچھے ذہن جو کام کرنے کے عادی ہوں یا کام کرنا چاہتے ہوں ان کے لیے فراغت کس قدر پریشانی کا باعث ہو سکتی ہے۔ وہاں اس بات پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ آج سے سو سال پہلے بھی ایک اچھے تعلیم یافتہ شخص کے لیے بھی ملازمت کا حصول کچھ ایسا آسان نہ تھا۔ یہ مشکلات صرف آج کے دور کی پیداوار ہی نہیں۔ آئن سٹائن نے جس مقالہ پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی وہ بھی اس نے اپنے اسی دوست گراس مین کے نام انتساب لکھا تھا۔

سائنسی و عملی زندگی کا آغاز

آئن سٹائن نے ایجادات کے دفتر میں ملازمت 1909ء تک کی۔ اور اسی دفتر میں بیٹھ کر اس نے اپنے مشہور زمانہ مقالے لکھے۔ اس کے یہ تحقیقی مقالے 1905ء میں جرمنی کے ایک مشہور سائنسی جریدے ''انالن ڈر فزک'' میں شائع ہوئے۔ 1905ء کے مارچ سے دسمبر تک اس نے کل چار مقالے لکھے جس میں تین مقالے اسی سال شائع ہوئے۔ اسی سال اس نے ایک مقالہ زیورخ یونیورسٹی میں پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے بھی جمع کروایا اس کا عنوان (On A New Determination Of Molecualr Dimensions) تھا۔ اس طرح اسی برس اس کی پی۔ ایچ۔ ڈی بھی مکمل ہو گئی۔ 1908ء میں اس نے ایک اور پیپر برن یونیورسٹی بھجوایا جس پر اسے وہاں لیکچرر شپ مل گئی۔ اور 1909ء میں اسے ایسوسی ایٹ پروفیسر کے طور پر زیورخ یونیورسٹی میں مستقل ملازمت مل گئی۔

یہیں سے آئن سٹائن کی شہرت کا آغاز ہوتا ہے۔ اب وہ یورپ کے اس تمام علاقے میں، جو جرمن سپیکنگ یورپ (German Speaking Europe) کہلاتا ہے، ایک بڑے مفکر سائنسدان کے طور پر پہچانا جانے لگا تھا۔ اور اسے یونیورسٹی آف پریگ (University Of Prague) اور سوئس فیڈرل انسٹی ٹیوٹ میں پروفیسر شپ ملی 1914ء میں اسے برلن کے (Kaiser-Wilhelm Gesellschaft) پروفیسر کے طور پر بلا لیا گیا اور اس کے ساتھ ہی Prussian Academy Of Sciences میں ریسرچ پوزیشن اور یونیورسٹی آف برلن میں چیرمین شپ بھی ملی۔ یہ ملازمت کے وہ شاندار ترین مواقع تھے جو سنٹرل یورپ میں کسی نظری طبیعات دان کے لیے تصور کیے جاتے ہیں۔

1919ء میں جب برطانیہ میں سورج گرہن لگا تو اس سے آئن سٹائن کی نظریہ ثقل کے بارے میں پیش گوئی درست ثابت ہوئی اور آئن سٹائن کی شہرت کو چار چاند لگا گئی لندن ٹائمز نے اس پر 7 نومبر 1919ء میں جو خبر لگائی تھی وہ کچھ اس طرح تھی۔

"Revolution in Science. New theory of the Universe.Newtonian ideas overthrown".

1922ء میں آئن سٹائن کو نوبل انعام ملا (یہ دراصل 1921ء کا انعام تھا جو دیر سے اعلان کیا گیا تھا) لیکن یہ انعام اسے نظریہ اضافیت پر نہیں بلکہ اس کے 1905ء کے فوٹو الیکٹرک سے متعلق کام پر دیا گیا۔

آئن سٹائن فاشزم کا وہ مخالف تھا جب 1933ء میں جرمنی میں نازی حکومت برسر اقتدار آئی تو اس نے آتے ہی آئن سٹائن کے گھر کی تلاشی لی۔ آئن سٹائن جو دسمبر 1932ء میں امریکہ کے دورہ کے لیے گیا تھا واپس جرمنی نہ آیا اور پھر وہیں پر اس نے اپنی وفات تک سکونت اختیار کیے رکھی۔ اس کی وفات 18/اپریل 1955ء کو شام 4 بجے نیوجرسی امریکہ میں ہوئی۔

برٹرینڈ رسل کے نام آخری خط

اپنی وفات سے ایک ہفتہ پہلے جو آخری خط اس نے لکھا وہ برٹرینڈ رسل کے نام تھا۔ جس میں اس نے اس بات کا اظہار کیا کہ تمام ممالک کو ایٹمی ہتھیار ترک کرنے کے معاہدے پر دستخط کرنے چاہئیں۔

آئن سٹائن کا تحقیقی کام

آئن سٹائن کا شمار جدید طبیعات کے بانی سائنسدانوں میں ہوتا ہے۔ اس کا کام حقیقت میں غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ یہاں تک کے اس کے نظریات اس دور کے اکثر بڑے ذہین لوگوں کے سمجھ میں ہی نہیں آتے تھے۔ وہ ہمیشہ فزکس کے مسائل کے متعلق واضح خیالات اور حل لے کر آتا ہے۔ اس کے کام کرنے کا اپنا انداز تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آئن سٹائن وہ پہلا شخص تھا جس نے اس بات کا مکمل طور پر ادراک کر لیا تھا کہ نیوٹن کے قوانین حرکت، ایٹم کی دنیا میں ٹھیک کام نہیں کر رہے۔ اور اگر نئے نظریات وضع نہ کئے گئے تو فزکس کو شدید خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس کے ان مقالوں کی خاص بات یہ بھی تھی کہ ان میں کوئی حوالہ جات نہیں تھے۔ اس سے اس کے تخلیقی کام کے معیار کا اور اس کی ذہانت کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اس نے فزکس میں نئے تصورات کی بنیاد رکھی۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر چہ اس کے نظریۂ اضافیت کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ اسے دنیا میں صرف دو یا تین لوگ سمجھتے ہیں (آج جب اس کے کام کو سو سال ہو گئے لیکن پھر بھی اسے سمجھنا آسان نہیں)، لیکن اسے نوبیل انعام اس کے دوسرے مقالہ پر ملا جو اس نے فوٹو الیکٹرک ایفیکٹ کی تشریح پر لکھا تھا۔ اس کے مشہور تحقیقی کاموں میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱۔ خصوصی نظریۂ اضافیت (1905ء)

۲۔ عمومی نظریۂ اضافیت (1912ء)

۳۔ براؤنی حرکت کے نظریہ پر تحقیق (1926ء)

۴۔ طبیعات کا ارتقاء (1938ء)

اس کے علاوہ بھی اس کے تحقیقی کاموں کی ایک فہرست ہے۔ اس نے غیر سائنسی موضوعات پر بھی قلم اٹھایا۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱.....1930 About Zionism ء

۲......جنگ کیوں؟1933ء(Why War)

۳......میرا فلسفہ 1934ء(My Philosphy)

۴......1905 Out of my later years ء

یہ شاید اس کا اہم ترین مضمون تھا۔

بوہر سے بحث

سائنس کی دنیا میں بعض اوقات بہت دلچسپ واقعات بھی ہوتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ سالوے کانفرنس میں 1927ء میں ہوا۔

اس کانفرنس میں آئن سٹائن کے علاوہ پلانک، بوہر، ڈی براگلے، ہائزن برگ، شروڈنگر، اور ڈیراک بھی موجود تھے۔ بات یہ ہے کہ آئن سٹائن کوانٹم طبیعات کے تین بانی سائنسدانوں میں سے ایک شمار ہوتا ہے (دوسرے دو پلانک اور بوہر ہیں)، لیکن وہ کوانٹم تھیوری کی بنیادوں کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ ہائزن برگ کا اصول غیریقینیت (Uncertainity Principal) کوانٹم فزکس کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ لیکن آئن سٹائن اس کا شدید مخالف تھا۔ اس اصول کی رو سے کسی متحرک جسم کی 'پوزیشن' اور اسکا 'مومینٹم' ایک ساتھ پوری صحت سے معلوم نہیں کئے جاسکتے۔ اس حوالے سے بوہر اور آئن سٹائن میں بہت دلچسپ بحث سالوے کانفرنس میں ہوئی۔ اس کو 'بوہر...... آئن سٹائن ڈائیلاگ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بوہر نے آئن سٹائن کے ہر اعتراض کا جواب دیا، اور بعد کے واقعات نے بھی بوہر کو سچا ثابت کر دیا لیکن پھر بھی آئن سٹائن کا یہی جواب تھا۔

''مجھے اب بھی یقین ہے کہ میں حقیقت کا ایک ایسا نمونہ پیش کرسکوں گا جو واقعات کی نمائندگی کرے گا نہ کہ ان کے واقع ہونے کے امکانات کی''۔

ڈاکٹر عبدالسلام کی آئن سٹائن سے ملاقات

ڈاکٹر عبدالسلام نے جب پانچ ماہ کی مختصر مدت میں اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی کا کام مکمل کر کے عالمگیر شہرت حاصل کی۔ اس وقت ان کا یہ مقالہ ڈائسن کے پاس ماہرانہ جانچ پرکھ کے لیے پرنسٹن انسٹی ٹیوٹ آف سٹڈیز امریکہ بھجوایا گیا۔ آئن سٹائن ان دنوں امریکہ میں سکونت پذیر تھا۔ اس وقت اس کی عمر 72 سال تھی۔ ڈاکٹر صاحب اس ملاقات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:۔

''......وہ تھوڑی دیر کے لیے انسٹی ٹیوٹ میں آتے تھے۔ ہم ان کے مکان کے باہر کھڑے ہوجاتے۔ جب وہ اپنے گھر سے باہر آتے تو ہم انھیں انسٹی ٹیوٹ تک لے جاتے۔ اور کچھ دیر بعد انھیں ان کے گھر واپس لے جاتے۔''

کیا انھوں نے سائنسی موضوعات پر کبھی آئن سٹائن سے بات کی؟ سلام کہتے ہیں:۔

''ایک مرتبہ جب ہم ان کے مکان کے باہر کھڑے ہوئے تھے تو انھوں نے میری طرف دیکھ کر مجھ سے پوچھا تھا 'تم کیا کرتے ہو؟' اس پر میں نے کہا 'کہ میں نارملائزیشن پر کام کر رہا ہوں'۔ انھوں نے کہا 'I am not interested' پھر انھوں نے مجھ سے دریافت کیا 'کیا تمہیں کششِ ثقل اور برقی مقناطیسی قوتوں کے اتحاد میں دلچسپی ہے؟' مجھے چونکہ اس وقت کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے میں خاموش کھڑا رہا۔ پھر انھوں نے اپنی تھیوری کے بارے میں آدھے گھنٹے تک لیکچر دیا۔ جسے ہم خاموش کھڑے سنتے رہے''

ڈاکٹر عبدالسلام بتاتے ہیں کہ بعض اوقات مائیں اپنے بچوں کو وہاں لے کر آتی تھیں اور وہ ان بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے (جیسے ہمارے ملک میں پیر فقیر کرتے ہیں۔)

(عالمی شہرت یافتہ سائنسدان عبدالسلام ۶۷۔۶۸ مصنف عبدالحمید چوہدری)

شخصیت

روپے پیسے سے آئن سٹائن کو کوئی خاص رغبت نہ تھی۔ اس نے کبھی راحت، آرام کو مقصد نہیں بنایا۔ اسے مال و دولت اکٹھا کرنے سے جوانی سے ہی نفرت تھی۔

آئن سٹائن بحثیت مجموعی منکسر المزاج انسان تھا۔ یا کم از کم اس نے زندگی کا زیادہ تر وقت انکسار سے ہی گزارا۔ لیکن شاید عزت، شہرت نے وقت کے ساتھ اس پر اپنے اثرات چھوڑے تھے اور ایک وقت میں اس میں کچھ تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پلانک وہ پہلا شخص تھا جس نے آئن سٹائن کو پہچانا اور اس کی ملازمت کے سلسلے میں یونیورسٹی میں اس کا نام پیش کیا۔ لیکن جب سیاسی بنیادوں پر اس کا پلانک سے اختلاف ہوا تو اس نے پلانک سے تمام تعلقات ختم کر لیے۔

ڈاکٹر سلام بیان کرتے ہیں کہ مائیں اپنے بچوں کو ان کے پاس لے کر آتی تھیں اور وہ بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ مغرب میں اسے کسی بزرگ، پیر، فقیر کے طور پر جانا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں تھا۔

وہ اپنے آپ کو کسی ملک کا باشندہ نہیں سمجھتا تھا۔ اور نہ اس نے کبھی گہرے انسانی رشتوں کو زیادہ اہمیت دی۔ گہرے انسانی رشتوں کا اس کی زندگی میں کوئی خاص مقام نہ تھا زیادہ عرصہ اکیلے ہی رہا۔ اس کی پہلی شادی 1903ء میں ہوئی۔ اور 1919ء میں اس کی طلاق ہوئی۔ اس شادی سے اس کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک بچپن میں ہی ذہنی طور پر معذور ہو گیا تھا۔ جبکہ دوسرا بیٹا انجینئر تھا۔ دوسری شادی 1919ء میں ہوئی۔

اسرائیل کی طرف سے صدر کے عہدے کی پیش کش

ایک بہت اہم لمحہ جو آئن سٹائن کی زندگی میں آیا وہ اسرائیل کی طرف سے صدارت کے عہدے کی پیشکش تھی۔ 1952ء میں اسرائیل کے پہلے صدر کی وفات ہوئی، وہاں کی حکومت نے فیصلہ کیا کے دوسرے صدر کے لیے آئن سٹائن کو پیشکش کی جائے۔ جو اس نے مسترد کر دی

آئن سٹائن کی آواز

آئن سٹائن کی آواز میں کچھ ریکارڈنگز اس ویب سائٹ پر مہیا ہیں۔

http://www.aip.org/history/einstein/voice.html

کتابیات

عالمی شہرت یافتہ سائنسدان عبدالسلام (مصنف عبدالحمید چوہدری)

جدید طبیعات کے بانی (ڈاکٹر مجاہد کامران)

http://www.humboldt1.com/~gralsto/einstein/einstein.html

http://www.nobelprize.org/physics/laureates/1921/einstein-bio.html

http://www-gap.dcs.st-and.ac.uk/~history/Mathematically/einstein.html

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

عہد جوانی رو رو کاٹا، پیری میں لیں آنکھیں موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

یاں کے سفید و سیاہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا، یا دن کو جوں توں شام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو اس نے تو
قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

(میر تقی میر)

آکاش بیل، آکاس بیل، امر بیل

(ڈاکٹر وقار منظور بسرا صاحب ڈائریکٹر طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ)

طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ نے 28 اگست 2002ء کو آکاش بیل کی 200 طاقت میں پروونگ شروع کی جس میں تین خواتین سمیت تیرہ پروورز شامل ہوئے۔ یہ پروونگ ایک ماہ جاری رہی۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

آکاش بیل۔ آکاس بیل۔ اَمر بیل۔

Cuscuta Reflexa (Family: Convolvulaceae)

عام انگریزی زبان میں اِسے dodder کہتے ہیں۔ یہ زرد رنگ کا بغیر پتّوں کے ایک طفیلی (parasite) پودا ہے۔ جس کی زمین میں کوئی جڑ نہیں ہوتی اور یہ درختوں اور جھاڑیوں سے لپٹ کر اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ جنوری، فروری میں اس پر چھوٹے چھوٹے سفید پھول بھی لگتے ہیں۔

طِبّ یونانی کے علاوہ یہ پودا صدیوں سے آیورویدک طریقۂ علاج میں بھی بطور دوا کے استعمال ہو رہا ہے۔

(Materia Medica of Ayur veda Based on Madanepata's Nighantu by Vaidya Bhagwan Dash 1994-B.Jain Publishers New Delhi. page 92)

پرانے اَطِباء اسے ٹوٹی ہوئی ہڈیوں، بچوں کے ٹیڑھے اعضاء، جوڑوں کی دردوں، فالج، آنکھوں کے دُکھنے میں، پیٹ کے کیڑوں، بواسیر، پیشاب کی کمی اور یرقان کیلئے استعمال کرتے تھے۔

(1. Materia Medica of India and their Therapeutics .Rustomjee Naserwanjee Khory & Nanabhai Nawrosji Katrak, Komal Prakashan Delhi, first published in 1903.pp 424, 425).

(2. Medicinal and Poisonous Plants of Pakistan. Syed Riaz Baquar Printas Karachi Pakistan 1989.pp 150,151)

طاہر ہومیو پیتھک ریسرچ انسٹیٹیوٹ ربوہ نے 28 اگست 2002ء کو آکاش بیل کی 200 طاقت میں پروونگ شروع کی جس میں تین خواتین سمیت تیرہ پروورز شامل ہوئے۔ تیرہ پروورز میں سے پانچ پروورز کو کنٹرولڈ گروپ (Controlled Group) میں رکھا گیا اور اِنہیں Placebo دیا گیا۔ پروونگ "ڈبل بلائینڈ" ہونے کی وجہ سے "ماسٹر پروور" اور دیگر تمام پروورز کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ کس پروور کے پاس اصل دوا ہے اور کس پروور کے پاس Placebo ہے۔ نیز "ماسٹر پروور" کے سِوا اور کسی پروور کو یہ علم بھی نہیں تھا کہ کس دوا کی پروونگ ہو رہی ہے۔

پروونگ کے بعد یہ دلچسپ بات سامنے آئی کہ پروورز میں کئی وہ علامتیں بھی ظاہر ہوئیں جن علامتوں کیلئے صدیوں سے پُرانے اَطِباء اسے بطور دوا کے استعمال کرتے رہے ہیں۔

پروورز کی فہرست

پروورز کے ناموں کے آگے درج نمبر اُن سے حاصل کردہ علامات کے آگے بھی درج ہیں۔ نیز ایک سے زیادہ پروورز میں ظاہر ہونے والی اور مسلسل وضاحت سے ظاہر

ہونے والی علامات کو انڈر لائن کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر مقبول احمد ظفر ۱
ڈاکٹر لئیق احمد ۲
ڈاکٹر عبدالقدیر ۳
ڈاکٹر وسیم احمد مہار ۴
سید اصغر علی شاہ ۵
محمد انور چیمہ ۶
حافظ کرامت اللہ ظفر ۷
طاہر حمید ججہ ۸
منور احمد ۹
منورہ جبین ۱۰
مسز عفت حلیم ۱۱
طاہرہ منیر ۱۲
ڈاکٹر وقار منظور بسرا (ماسٹر پرودر) ۱۳

ذہن :

غصے میں برداشت کی کمی۔
چڑچڑا پن۔
پرووِنگ کے اگلے روز جسم میں طاقت اور اعتماد کا احساس۔ خیالات کو لفظوں میں ڈھالنے میں شدید دشواری۔
بے چینی جیسے کسی بڑی خوشی کی امید ہو ساتھ ہی دل کی دھڑکن لیکن اس سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔
کام سے اُکتاہٹ۔
دل کرتا ہے کہ کہیں کمرہ بند کر کے لیٹ جاؤں اور بولنے سے چکر آتے ہیں۔۱۳
پڑھنے کو دل نہیں کرتا۔۱۲
خود کو ذہنی اور جسمانی طور پر زیادہ طاقتور محسوس کیا۔
مطالعے کے دوران کتاب کے مضمون پر توجہ نہیں دے پا رہا۔۳

چکر :

بہت زیادہ چکر۔ ایسا چکر جیسے کوئی جھٹکا سا لگتا ہے۔
یہ احساس کھڑے ہوئے ہونے کی حالت میں بھی ہوا۔
یوں لگتا ہے کہ جس چیز پر بیٹھا ہوں اسے کسی نے زور سے ٹھوکر ماری ہے۔
آنکھوں میں درد اور چکر۔
بولنے سے چکر۔ (دل کرتا ہے کہ کہیں کمرہ بند کر کے لیٹ جاؤں۔) ۱۳

سر:

صرف سر، گردن اور کندھوں پر پسینہ۔
سر درد۔
آنکھوں اور ماتھے میں درد۔
بار بار ماتھے کو ہاتھوں کا سہارا دے کر آرام کرنے کو دل کرتا ہے۔۱۳
سر میں صبح اُٹھتے ہی شدید درد ہے (اور آنکھیں بوجھل ہیں۔) ۱۰
سر بوجھل ہے۔ (پیٹ میں ہوا بھی ہے اور پیشاب زیادہ آتا ہے۔)
بارہ بجے سے رات بارہ بجے تک سر درد ہوتا رہا۔
دن بارہ بجے سے لیکر رات بارہ بجے تک ناک اور سر میں درد رہی ایسے تھا جیسے ہوا چیرتی جا رہی ہو۔۶
دوا کھانے کے چند سیکنڈ بعد سر کے بائیں طرف تھوڑے سے حصہ میں درد۔۱
صبح اُٹھنے کے بعد آنکھوں پر سوجن تھی جو اُترنے کے بعد آنکھوں اور سر میں بھاری پن محسوس ہوا۔ ہلکا ہلکا سر درد۔۱۲

آنکھیں :

(پرانے اطباء آنکھوں کے دُکھنے میں آکاش بیل کا رس پانی میں ملا کر استعمال کرواتے تھے۔ چار پرووَرز میں آنکھ کی ملتی جلتی علامتیں ظاہر ہوئیں نیز ایک پرووَر میں صبح 8 بجے بائیں آنکھ میں درد ہوئی اور دوسرے پرووَر میں شام 8 بجے بائیں ہی آنکھ میں درد ہوئی ایک پرووَر میں دن 12 بجے سے لیکر رات 12 بجے تک ناک اور سر میں درد رہی 12 گھنٹے کا فرق پرووِنگ میں ایک علامت

بن کر سامنے آ رہا ہے۔)

بائیں آنکھ میں شدید درد۔ ٹیسیں اُٹھتی ہیں نیز پھڑکتی محسوس ہوتی ہیں اوپر والے چھپر میں درد ہے آنکھ کھولنے سے زیادہ ہوتی ہے جو مسلسل ہو رہی ہے اور بڑھ رہی ہے وقفہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ صبح آٹھ بجے آنکھوں کے اُوپر پھنوؤں کے کونوں پر ہلکی ہلکی درد شروع ہوئی دھوپ میں آنکھیں نہیں کھلتی تھیں اس کے تھوڑی دیر بعد بائیں آنکھ میں تھوڑے تھوڑے وقفے سے شدید ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں درد اندر سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ڈیلے کے اندر ٹیسیں اُٹھتی ہیں، درد اُوپر سے نیچے کی طرف آتی تھی۔ سر میں اور آنکھوں کے ڈیلوں میں شدید درد۔ آنکھیں بوجھل رہتی ہیں۔ ۱۰

شام تقریباً 8 بجے بائیں آنکھ کے بائیں کونے میں چبھن کا احساس اور آنکھ میں نمی کا احساس جیسے نزلہ زکام کیوجہ سے پانی نکلنا چاہتا ہو کچھ دیر کے بعد یہ علامت ٹھیک ہوگئی۔ ۱

صبح اُٹھنے کے بعد آنکھوں پر سوجن تھی سوجن اترنے کے بعد آنکھوں اور سر میں بھاری پن محسوس ہوا ہلکا ہلکا سر درد۔

بائیں آنکھ کے اندر پھنسی بنی ہوئی ہے اس میں درد ہوتا ہے۔ ۱۲

آنکھوں میں درد اور سر میں چکر۔

دونوں آنکھوں سے پتلے پانی کا اخراج آنکھوں اور ماتھے میں درد۔ ۱۳

ناک :

یہ احساس جیسے زکام شروع ہونے والا ہے۔

ہلکا سا زکام۔ ۱۳

دوپہر پونے ایک بجے چھینکیں آئیں۔

دن بارہ بجے سے لیکر رات بارہ بجے تک ناک اور سر درد رہی ایسے تھا جیسا کہ ہوا چیرتی جا رہی ہو۔ ۶

ناک کے دائیں نتھنے میں ٹھنڈک کا احساس جیسے نزلہ کی ابتدائی حالت ہو۔ ۱

شام تقریباً 8 بجے بائیں آنکھ کے بائیں کونے میں چبھن کا احساس اور آنکھ میں نمی کا احساس جیسے نزلہ زکام کی وجہ سے پانی نکلنا چاہتا ہو کچھ دیر کے بعد یہ علامت ٹھیک ہوگئی۔ ۱۰

فجر کی نماز کے بعد بہت چھینکیں آئیں۔ ۳

کان :

دائیں کان میں پھنسی نکلی ہے۔

بائیں کان کے اوپر درد کرنے والی گلٹی نکلی ہوئی ہے جو تین دن بعد معمولی سی رہ گئی۔ ۲

کانوں سے پتلے مواد کا اخراج۔ ۱۳

چہرہ :

صرف چہرہ پر پسینہ۔ زیادہ ماتھے پر۔

اوپر والے ہونٹ کے دائیں کنارے پر لرزش۔ اس کے بعد بائیں کنارے پر بھی لرزش لیکن دائیں میں کم۔

چہرہ کے بائیں طرف نزلہ کا احساس

اوپر والے ہونٹ کے دائیں کنارے میں مرچوں جیسی جلن سردی سے حساسیت۔ ۱۳

گلا :

گلے میں بلغم پھنسنے کا احساس جو اگلے دن تک بھی ہے۔

صبح کی سیر کے دوران حلق میں کسی کڑوے سفوف کی طرز کی چیز کے پھنسنے کا احساس جیسے کوئی درد کی لائن بائیں سے دائیں طرف گلے کے درمیان پھنسی ہوئی ہو۔ گھونٹ بھرنے سے یہ احساس نمایاں ہوتا تھا۔ کچھ دیر بعد یہ کیفیت ختم ہوگئی۔ ۱

گردن :

سر، گردن اور کندھوں پر پسینہ۔ ۱۳

گردن کی بائیں طرف گردن کی ایک نالی میں درد اور کھچاؤ اور دباؤ اور درد۔

شام عصر کے کچھ دیر بعد گردن میں بائیں سائیڈ پر ہلکا سا کھنچاؤ والا درد جس میں کچھ دباؤ کا احساس تھا۔ ۱

دل :

دل کی دھڑکن اور دل کی جگہ دباؤ جو بائیں کندھے پر بھی محسوس ہوتا ہے۔

دل میں کمزوری کا احساس۔

دھڑکن۔

دل پر درد۔ اسی جگہ پیچھے کمر میں درد۔

بے چینی جیسے کسی بڑی خوشی کی اُمید ہو۔ ۱۳

یہ احساس کہ جیسے کمزوری کی وجہ سے دل زور سے دھڑکتا ہے۔

صبح 10 بجے تا اگلے دن تقریباً 10 بجے تک دل میں وقفہ وقفہ سے کمزوری کا احساس۔ (ایسے پہلے بھی کبھی کبھی محسوس ہوتا تھا لیکن اتنی لمبی دیر اور مسلسل احساس نہیں ہوتا تھا) ۱

سینہ:

بائیں طرف پسلیوں میں دو تین سیکنڈ کے لئے تین چار دفعہ درد ہوا۔ ۱۲

معدہ :

گرم میٹھا دودھ پینے کی خواہش۔

متلی (بخار کی سی کیفیت)۔

ایک دو گلاس پانی پینے سے فرحت اور تسکین کا احساس۔

معدہ میں خالی پن کا احساس۔

شدید بھوک، کمزوری۔

ایک ہی وقت میں گرم میٹھا دودھ پینے کی خواہش اور ٹھنڈا پانی پینے کی خواہش۔ ٹھنڈا پانی پینے کے بعد پیٹ میں شدید درد۔ ۱۳

کھانے سے دو گھنٹے بعد ڈکار اور متلی۔ اگر ڈکار نہ آئیں تو متلی ہوتی ہے۔ ۱۲

عصر کے وقت سو کر اُٹھنے پر سستی۔ شدید بدہضمی۔ کھانے پینے کی خواہش میں کمی شام 6 بجے چائے پینے کے بعد بدہضمی اور سستی اور پیٹ بھرے ہونے کا احساس زیادہ ہو گیا۔

شام کی چائے کی باقاعدہ عادت ہونے کے باوجود اس کی خواہش کم ہو گئی۔ ۳

پیٹ :

انتڑیوں میں ہلکا سا مروڑ جیسے پاخانے کی حاجت ہو۔

پیٹ میں بہت ہوا۔

پروونگ سے پہلے جو قبض کی کیفیت رہتی تھی وہ بالکل ختم ہو گئی۔

دائیں ٹانگ اور پیٹ کے جوڑ (groin) میں درد۔ ۱۳

پیٹ میں ہوا (نیز پیشاب زیادہ آتا ہے اور سر بوجھل ہے۔) ٦

مقعد اور پاخانہ:

شام کو پاخانے کے بعد غیر معمولی کمزوری۔ ہاتھوں میں معمولی سی گرہ دینے سکنے کی بھی سکت نہ رہی۔ جیسے تمام طاقت ختم ہو رہی ہو۔ بہت زیادہ بھوک جو برداشت سے باہر تھی بہت زیادہ کھانا جلدی جلدی کھانے کے بعد کمزوری میں کچھ کمی ہوئی۔ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کھانا کہاں جا رہا ہے۔ (اسکے ساتھ ساتھ جسم میں کیڑیاں چلنے کا احساس۔ اور یہ احساس کہ جیسے جسم کی دائیں طرف مفلوج ہو جائے گی ہلکا سا زبان پر بھی اثر۔) ۱۳

9:45 پر پاخانہ آیا سخت پتلا تھا پیٹ میں درد تھی ایسے تھا جیسے پیٹ سے ہوا نکل رہی ہے۔ 12:45 پر پاخانہ آیا جو کہ بالکل پانی تھا ساتھ چھینکیں بھی آئیں۔ ٦

حیض کے دنوں میں دو دفعہ شدید قسم کی موکے والی خونی بواسیر جو عام طور پر کبھی نہیں ہوئی۔ ساتھ قبض بھی تھی دوائی چھوڑنے سے بہتر ہو گئی۔

پیشاب :

پیشاب کی حاجت محسوس ہوتے ہی ٹائلٹ جانا پڑتا ہے ورنہ یہ احساس ہوتا ہے کہ کپڑوں میں ہی نکل جائے گا۔ ۱۳

پیٹ میں ہوا کا احساس ہوتا ہے پیشاب پہلے سے زیادہ آتا رہا۔ ٦

پیشاب مقدار میں زیادہ اور کثرت کے ساتھ۔ ۱۰

کمر :

کمر میں چک پڑ گئی۔ شدید درد۔

حرکت سے آرام۔ کمر میں چک والی درد جس میں صبح اضافہ ہوتا ہے۔

سر، گردن اور کندھوں پر پسینہ۔

کندھوں اور جسم کی اِن دردوں میں آرام جو پروونگ سے پہلے تھیں۔۱۳

بازو اور ٹانگیں :

جوڑوں میں شدید درد جسے حرکت سے آرام ملتا ہے۔ (طِبّ یونانی اور آیورویدک میں یہ دوا جوڑوں کی سوجن اور دردوں کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ اَطِباء متاثرہ جوڑوں پر اِس کا لیپ یا مالش کرتے ہیں۔)

دونوں پاؤں کے اوپر آدھی رات کے وقت شدید خارش۔۱۳

بائیں ٹانگ کے کولہے کی ہڈی میں مسلسل درد جس کو دبانے سے زیادہ درد ہوتا ہے۔۱۲

دونوں کندھوں پر وقفہ وقفہ سے خارش اور سرخی کل سے شروع ہوئی۔ آج تقریباً ختم ہو رہی ہے۔

دائیں بازو پر کندھے کے پاس گول دائرے کی شکل میں باریک دانے بنے ہیں۔۲

بائیں ٹانگ کی پنڈلی پر گلٹی نما پھنسیاں ہیں جو کہ خارش کرنے کے بعد بنی تھیں۔۱۲

دائیں پاؤں کے تلوے کے درمیان گرمی کا احساس۔

بایاں پاؤں زیادہ گرم نہیں تھا ساتھ ہی دائیں ہتھیلی میں گرمی محسوس ہوئی لیکن دائیں پاؤں سے کم۔ یہ گرمی نہانے سے کم ہو گئی۔ رات 10 بجے کے بعد میں دوبارہ بہتر محسوس کرنے لگ گیا۔۳

بائیں گھٹنے کے اندر والی طرف مسلسل دو ہفتے گوشت میں درد ہوتی رہی مڑنے سے اور مسلسل ایک جگہ پر رکھنے سے درد بڑھتی تھی اور چلنے پھرنے سے فرق رہا۔۱۰

بخار :

بخار کی سی کیفیت، متلی۔۱۳

پسینہ :

صرف چہرہ پر پسینہ۔ زیادہ ماتھے پر۔

سر، گردن اور کندھوں پر پسینہ۔۱۳

جلد :

دونوں کندھوں پر وقفہ وقفہ سے خارش اور سرخی کل سے شروع ہوئی۔ آج تقریباً ختم ہو رہی ہے۔

دائیں بازو پر کندھے کے پاس گول دائرے کی شکل میں باریک دانے بنے ہیں۔۲

دونوں پاؤں کے اوپر آدھی رات کے وقت شدید خارش۔

رات میں جسم پر کبھی کہیں کبھی کہیں سوئیاں چبھنے کا احساس۔۱۳

عمومی علامات :

کمزوری کے ساتھ اندرونی لرزہ۔

جسم میں کیڑیاں چلنے کا احساس۔

کندھوں اور جسم کی دردوں میں آرام جو پروونگ سے پہلے تھیں۔

یہ احساس کہ جیسے جسم کی دائیں طرف مفلوج ہو جائے گی ہلکا سا زبان پر بھی اثر۔

شام کو پاخانے کے بعد غیر معمولی کمزوری۔ ہاتھوں میں معمولی سی گرہ دے سکنے کی بھی سکت نہ رہی۔ جیسے تمام طاقت ختم ہو رہی ہو۔ بہت زیادہ بھوک جو برداشت سے باہر تھی بہت زیادہ کھانا جلدی جلدی کھانے کے بعد کمزوری میں کچھ کمی ہوئی۔ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کھانا کہاں جا رہا

ہے۔ یہ احساس کہ جیسے جسم کی دائیں طرف مفلوج ہو
جائے گی۔ ہلکا سا زبان پر بھی اثر۔ جسم میں دردیں۔
سارے جسم مین ایک لرزہ کی کیفیت۔
جسم کے اندر کپکپاہٹ، اندرونی لرزہ۔
شدید بھوک، کمزوری۔
رات میں جسم پر کبھی کہیں کبھی کہیں سوئیاں چبھنے کا
احساس۔ خارش۔۱۳
شام مغرب کے بعد جسم بہت ٹوٹتا رہا پھر دبانے سے کچھ آرام آیا
15 منٹ بعد ٹھیک ہوا۔۲
جسم پر جیسے کیڑیاں چل رہی ہوں سونے کو جی چاہتا ہے۔۶
ذہنی اور جسمانی طور پر زیادہ طاقتور محسوس کیا۔
عصر کے وقت سو کر اُٹھنے پر سستی محسوس ہوئی۔ (شدید بدہضمی
کھانے پینے کی خواہش میں کمی شام 6 بجے چائے پینے
کے بعد بدہضمی اور سستی اور پیٹ بھرے ہونے کا
احساس زیادہ ہو گیا۔)۳

Cuscuta Reflexa سے مریضوں کی ٹھیک ہونے والی علامتوں (Clinical Symptoms) کی ایک مختصر فہرست

۳۰ سالہ مریضہ (ماہواری کا تکلیف کیساتھ آنا اور خون بھی کم آنا)
۴۲ سالہ مریضہ (ماہواری کا چھ ماہ سے نہ آنا، جسمانی کمزوری، لیکوریا)
۳۵ سالہ مریضہ (ماہواری کے دوران کم بلیڈنگ، جوڑوں کی درد)
۳۶ سالہ مریضہ (ماہواری کے دوران درد، ٹانگوں کی درد)
۴۲ سالہ مریضہ (دائیں اووری میں Cyst)
۴۵ سالہ مریضہ (ہرنیا کی تکلیف)
۵۹ سالہ مریض (احتلام)
۳۸ سالہ مریضہ (قے)
مریضہ (متلی) (اپی کاک .Ipecac سے آرام نہ آنے پر Cuscuta Reflexa دی گئی جس سے فوراً آرام آگیا) ۵۵ سالہ مریضہ (متلی)
۴۷ سالہ مریض (سر درد جو ناک کے آخر سے ماتھے کے قریب سے شروع ہو کر گردن تک جاتی ہے۔)
۳۰ سالہ مریضہ (سر درد، آنکھوں سے پانی کا نکلنا، کمر درد)
۶۰ سالہ مریضہ (سر درد، ٹانگوں کا درد، ہاتھوں کا ایگزیما)
۶۰ سالہ مریضہ (آنکھ کی درد اور خارش)
۴۰ سالہ مریضہ (آنکھ سے پانی کا نکلنا، گردے کی درد)
۲۸ سالہ مریضہ (آنکھ میں پھنسی اور سوجن، کمر کی درد)
۵۰ سالہ مریضہ (آنکھ کی درد، آنکھ سے پانی کا نکلنا)
۳۰ سالہ مریضہ (آنکھوں سے پانی کا نکلنا، سر درد، کمر درد)
۴۳ سالہ مریضہ (کمر درد، ایڑیوں کا درد، بخار)
۲۷ سالہ مریضہ (سارے جسم کے جوڑوں کا درد)
۵۵ سالہ مریضہ (ٹانگوں کے جوڑوں کا درد)
۲۷ سالہ مریضہ (گھٹنوں کی درد)
۶۳ سالہ مریض (ٹانگوں کا درد)
۳۶ سالہ مریضہ (ٹانگوں کی درد، ماہواری کے دوران درد)
۲۶ سالہ مریضہ (بائیں پاؤں کا درد)
۵۰ سالہ مریض (پیشاب میں جلن، گردوں کا درد)
۶۰ سالہ مریضہ (پیشاب میں جلن، گھٹنے اور ٹانگ کی درد)
۶۰ سالہ مریض (پیشاب پر قابو نہیں رہتا اور کپڑوں ہی میں نکل جاتا ہے)
۴۰ سالہ مریضہ (گردے کی درد، آنکھ سے پانی کا نکلنا)
۵۰ سالہ مریض (گردوں کا درد، پیشاب میں جلن)
۴۰ سالہ مریضہ (گھبراہٹ، دل میں درد، سانس کا پھولنا)

نوٹ :

رس ٹاکس (Rhus Tox.) اسے اینٹی ڈوٹ (Antidote) کرتی ہے۔

ذرا فون کرلوں......!!!

(مرسلہ: مکرم طارق حیات صاحب۔ حافظ آباد)

جب تک آپ کے گھر میں ٹیلیفون نہ ہو آپ کبھی اندازہ نہیں کر سکتے کہ آپ عوام الناس بالخصوص اپنے محلے والوں میں کتنے مقبول ہیں۔ ہمیں بھی اس کا پتہ اس وقت چلا جب ہم پچھلے دنوں بیمار ہو کر صاحب فراش ہوئے۔

شیخ نبی بخش تاجر چرم ہمارے محلہ دار ہیں۔ ان سے علیک سلیک ہے۔ گاڑھی چھننے والی کوئی بات نہیں۔ ہمیں ان کے حسن اخلاق کا بھی اندازہ نہ تھا۔ ہمارے بیمار ہونے کے بعد سب سے پہلے وہی تشریف لائے۔ ہماری پٹی سے لگ کر بیٹھ گئے۔ تعزیت کرنے والوں کا سامنہ بنایا اور پوچھا کیا شکایت ہے۔

ہم نے کہا۔ ''آپ سے ہمیں کوئی شکایت نہیں، واللہ نہیں''۔

فرمانے لگے میں تو آپ کی بیماری کا پوچھ رہا ہوں۔ تب ہم نے بتایا کہ معمولی کھانسی ہے بخار ہے۔ بولے، اس کو معمولی نہ جانئے گا۔ میری بیوی کے بھانجے کو بھی یہی عارضہ تھا۔ آپ ہی کی عمر کا رہا ہوگا۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا، ''مر گیا؟'' ہم نے بوکھلا کر پوچھا۔

فرمایا: ہمارے لئے تو مر ہی گیا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے کینیڈا چلا گیا۔ وہاں سنا ہے شادی کرلی۔ ہمیں تو اب خط بھی نہیں لکھتا۔

ہم نے حیات تازہ پا کر اطمینان کا سانس لیا کچھ رشک ان کی بیوی کے بھانجے کی قسمت پر بھی آیا۔ بہر حال ہم نے ان بزرگ سے کہا کہ آپ نے ناحق مزاج پرسی کے لئے آنے کی زحمت فرمائی۔

بہت بہت شکریہ۔

اُٹھتے اُٹھتے اتفاق سے ان کی نظر ہمارے فون پر پڑ گئی۔ بولے۔ اپنی دکان پر فون کرلوں؟ جو شخص اتنی محبت سے حال پوچھنے آئے۔ اس سے کیا دریغ ہو سکتا ہے۔ ہم نے کہا شوق سے کیجئے۔

وہ گئے ہی ہوں گے کہ ریٹائرڈ تھانیدار اور حال ٹھیکیدار میر باقر علی سندیلوی لٹھیا ٹیکتے آئے۔ بولے، سنا تھا آپ کے دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے۔

''ہمارے دشمنوں کی تو نہیں۔ ہمیں ضرور کھانسی بخار ہے۔ ہم نے وضاحت کی۔

نہایت شفقت سے ہماری نبض ٹٹولتے ہوئے بولے۔ کچھ دوا دارو کرو۔ احتیاط رکھو۔ تم جیسا ادیب اور انشا پرداز کم از کم ہمارے محلے میں تو اور کوئی نہ ہوگا۔ اگر خدانخواستہ، قضا و قدر کے کان بہرے، کوئی ہرج مرج ہو گیا تو ادب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ جائے گا۔

انہوں نے کچھ کہا۔ ہم اپنی وحشت میں کچھ اور سمجھے۔ چنانچہ بآواز بلند عرض کیا کہ ''قبلہ یہ سن کر افسوس ہوا کہ آپ کے کان بہرے ہو رہے ہیں۔ ان میں باقاعدہ چنبیلی کا تیل گرم کر کے ڈالا کیجئے''۔ اب رہا نقصان، سو ٹھیکیداری میں نفع نقصان تو ہوتا ہی ہے۔

اس پر ہمارے ایک دوست نے جو ہمارے پاس بیٹھے تھے ہمیں جھنجوڑا اور میر صاحب سے معذرت کی کہ معاف

کیجئے۔ یہ شخص یونہی بہکی بہکی باتیں کیا کرتا ہے۔ آپ کی مزاج پرسی کا شکریہ۔

اس پر انہوں نے فرمایا کہ مزاج پرسی تو میرا بحیثیت مسلمان اور ہم محلہ ہونے کے عین فرض تھا۔ اس میں زحمت کی کوئی بات نہیں۔ پھر اٹھتے اٹھتے بولے۔ میرا لڑکا نالائق صبح سے بھٹے پر گیا ہوا ہے۔ یہاں میں اینٹوں کے ٹرک کا انتظار کر رہا ہوں۔ اجازت ہو تو اسے فون کرلوں۔

شوق سے کیجئے۔ ہم نے کہا آپ ہی کا فون ہے۔

اس کے بعد پروفیسر کے۔ بخش کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ ان کے نام نامی سے کون واقف نہیں۔ سعید منزل کے سامنے بیٹھتے ہیں اور قسمت کا حال بتاتے ہیں۔ مقدمہ، بیماری، روزگار ہر مسئلے پر ان کا مشورہ مفید رہتا ہے۔ لاعلاج بیماریوں کے مایوس مریضوں کا علاج بھی کرتے ہیں۔ نام کریم بخش ہے اور پروفیسر بننے سے پہلے ہمارے ایک عزیز کے ہاں خانساماں تھے۔ اُن سے راہ و رسم انہی دنوں سے ہے۔ آئے۔ بیٹھے۔ ہمارا حال پوچھا۔ پھر ہمارے ڈاکٹر کا نام پتہ دریافت کیا۔ پھر ڈاکٹروں اور ڈاکٹری طریقہ علاج کے متعلق کچھ چار حرفی ناقابل طباعت کلمات ارشاد فرمائے۔ اس کے بعد تشخیص کی اور کہا۔ تمہارے جسم میں شکر کی کمی ہے۔ اور گلہ خراب ہے۔ اپنے مجربات میں سے بھی ایک چیز بھیجنے کا وعدہ کیا جو مینڈک کی چربی، گندھک اور لال بیگ کے انڈوں سے بنتی ہے اور اُلو کے مغز کے ساتھ نہار منہ کھانی پڑتی ہے۔ یہ بھی اٹھتے ہوئے ٹیلی فون پر ایک جگہ آرڈر دے گئے کہ آدھا سیر گھیکوار دو نیولے مجھے کل میرے فٹ پاتھ پر بھجوا دیئے جائیں۔

ہم تو لوگوں کے اخلاق کریمانہ کے ممنون ہوتے رہ گئے۔

ہمارے بھائی نے ہمارے نہ نہ کرتے ہوئے بھی کمرے میں نوٹس لگا دیا کہ جو صاحبان مزاج پرسی کو آئیں وہ فون کو ہاتھ نہ لگائیں اور جو فون کرنے آئیں وہ مزاج نہ دریافت کریں۔

ہم ملازمت پیشہ آدمی ہیں۔ رات کے وقت گھر پر ہوتے ہیں۔ خدا جانے لوگوں کو کیسے گمان ہو گیا کہ ہم نے میٹرنٹی ہوم کھول رکھا ہے۔ حالانکہ ہمیں پچھلے دنوں محکمہ فیملی پلاننگ نے سند خوشنودی عطا کی ہے کہ لوگ تو بچوں کے معاملے میں احتیاط برتتے ہیں، آپ ان سے بھی زیادہ دور اندیش ہیں۔ بہر حال دن میں چار چھ فون ضرور اس قسم کے آتے ہیں۔

''ذرا میری بیگم صاحبہ کو بلا دیجئے''۔

''میرے ہاں لڑکا ہوا یا لڑکی۔ اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے''۔

''ذرا ایمبولینس بھیج دیجئے۔ جلدی کیجئے۔ میں سیٹھ بھولو بھائی مٹی کے تیل والا کھارادر سے بول رہا ہوں۔ اگر ہم کہیں ایمبولینس ہمارے پاس نہیں ہے اور نہ ہمیں آپ کی بیگم صاحبہ سے تعارف ہے نہ ہم آپ کی اولاد نرینہ و مادینہ میں اضافے کے مشتاق ہیں تو جواب ملتا ہے۔ یہ کیسا میٹرنٹی ہوم کھول رکھا ہے آپ نے۔ میٹرنٹی ہوم ہے یا یتیم خانہ؟

کئی بار جی چاہا ان سے کہیں کہ آپ کے بچوں کی رعایت سے اس کے یتیم خانہ ہونے میں آپ ہی کا نقصان ہے۔ لیکن پھر مختصراً عرض کرتے ہیں کہ جی یہ میٹرنٹی ہوم نہیں۔ ایک یکہ و تنہا آدمی کا گھر ہے۔ اگرچہ کراچی کی شرح پیدائش دیکھنے کے بعد جی ہمارا بھی یہی چاہتا ہے کہ کاش یہ ہمارا گھر نہ ہوتا میٹرنٹی ہوم ہوتا۔ جس جگہ کے لئے یہ فون کئے جاتے ہیں ان کے اور ہمارے فون نمبر میں فقط ایک عدد کا فرق ہے۔

یہی نہیں۔ ایک حلوہ مرچنٹ کا نمبر بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ ہمیں اکثر فرمائشیں اس قسم کی آتی ہیں کہ پندرہ سیر لڈو بھیج دیجئے اور ایک ٹوکرہ بالوشاہیوں کا بھی۔ اصلی گھی کا۔ پہلے کی طرح چربی میں تل کر نہ بھیج دیجیے گا۔ ایک بار ان حلوہ مرچنٹ صاحب سے ہماری ملاقات بھی ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ اکثر

مشاعروں کے لئے غزلوں کی فرمائش ان سے کی جاتی ہے۔ اور رسالے والے تو ہمیشہ سَر رہتے ہیں کہ آپ کی نگارشات کا انتظار ہے۔ سالنامہ نکل رہا ہے جلدی کیجئے۔

بعض لوگ صبر والے ہوتے ہیں۔ ہمیں ساری رانگ نمبر کہنے کی مہلت مل جاتی ہے۔ لیکن بعضوں کو جلدی بھی ہوتی ہے۔ ایسے ہی ایک صاحب کا کل فون آیا،

''لکھیئے چار چھولداریاں''۔

ہم نے عرض کیا۔ ''معاف فرمایئے''......

بات کاٹ کر بولے۔ ''باتوں کا وقت نہیں۔ لکھتے جایئے۔ بارہ ڈنر سیٹ اچھے ہوں، پہلے کی طرح پھٹیچر نہ ہوں''۔

ہم نے پھر کھنکار کر کہا۔ ''اجی سنئے تو......''

درشتی سے بولے چار چاندنیاں بھی ڈال دیجئے۔ صاف ہوں۔ سالن گری نہیں چاہئیں۔

ہمارا پیسہ حلال کا پیسہ ہے۔

ہم نے پھر کچھ کہنا چاہا۔ لیکن......لیکن ادھر سے حکم ہوا کہ پہلے ان کی فرمائش نوٹ کی جائے پھر بات کی جائے۔

''اٹھارہ ڈونگے۔ بہتر پلیٹیں۔ پانچ لالٹینیں۔ ڈیڑھ سو چمچے۔ دس جگ''۔

ہم سب لکھتے گئے۔ جب وہ ذرا دم لینے کو رکے تو ہم نے کہا قبلہ ہم فقیر آدمی ہیں۔ ہم اتنی ساری چیزیں یہ خس وخانہ برفاب کہاں سے لائیں گے؟

ادھر سے سوال ہوا۔ ''آپ حاجی چراغ دین اینڈ سنز نہیں کیا''۔

ہم نے کہا۔ جی نہیں۔ کاش ہوتے۔

بھڑک کر بولے۔ آپ نے پہلے کیوں نہ کہا۔ اچھے آدمی ہیں آپ؟

(ابن انشاء۔ خمار گندم)

مسئلہ بچوں کے ناموں کا

ناموں کی قلت کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ جو نام انسانوں کے ہونے چاہئیں وہ محکمہ ریلوے نے اپنے اسٹیشنوں کے رکھ لئے ہیں۔ رحیم یار خاں، راجہ رام، ہیرا سنگھ وغیرہ۔ سندھ میں ایک اسٹیشن کا نام تو مع القاب کے ہے۔ نواب ولی محمد خاں۔ ہمارے ایک دوست بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک روز وہاں جانا تھا۔ ٹکٹ بابو سے کہا کہ مجھے نواب ولی محمد خاں کا ٹکٹ دو۔ اس نے کہا۔ آپ کون ہوتے ہیں۔ کیا نواب صاحب کے اردلی ہیں۔ ہمارے ایک آدمی کو ان کے ہاں نوکر رکھوا دیجئے گا۔ میں نے کہا یہ کسی آدمی کا نہیں، اسٹیشن کا نام ہے۔ بولے اچھا؟ معاف فرمایئے گا۔ نتیجہ اس حیص بیص کا یہ نکلا کہ گاڑی نے سیٹی دی اور ہمارے دوست کے دیکھتے دیکھتے چھوٹ گئی۔

سوچا جائے تو راہ مضمون تازہ ابھی بھی بند نہیں۔ نقش فریادی کسی ایسے بچے کا نام ہو سکتا ہے جو روتا بہت ہو اور لمبی ناک والی بچی کو مرقع چغتائی کا نام دے سکتے ہیں۔ زیادہ لمبے بالوں والی صاحبزادی کو بال جبریل کہنے میں ہرج نہیں۔ اور اگر کسی لڑکے کا نام ضرب کلیم رکھا جائے تو بڑا ہو کر حساب میں یقیناً ہوشیار نکلے گا۔ ہمارے دوست انتظار حسین کی شادی بعد بے شمار انتظار کے سالِ گزشتہ، عالیہ بیگم سے ہوئی ہے۔ ان کو تو نہیں ان کے دوستوں کو فکر ہے کہ اس جوڑے کے بچوں کے نام کلاسیکی قسم کے ہونے چاہئیں، ہم نے بچے کے لئے فسانۂ آزاد اور بچی کے لئے طلسمِ ہوش ربا تجویز کیا تھا۔ لیکن لوگ مطمئن نہ ہوئے۔ آخر اتفاق اس پر ہوا کہ لڑکا ہو تو ادب عالیہ کہلائے اور بچی ہو تو شب انتظار۔

(ابن انشاء۔ خمارِ گندم)

ذائقہ

ذائقہ

عاملہ

نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن

کراچی برانچ

MAGNA GROUP

M/S MAGNA TECH (PVT) LTD

The first Pakistani manufacturer of Textile rotary printing screens
Length: 1280mm To 3050mm. Repeat: 517mm To 914mm
Mesh: 25,40,60,70,80,100,125 & 155

M/S MAGNA TEXTILE INDUSTRIES (PVT)

Manufacturer & Exporters of home Textile products, Bed sheets, Bed covers, Bed sets, Printed dyed, Woven fabrics. Factory is equipped with machinery of Dyeing, Bleaching, Printing & Finishing. Always looking for good people to work with in foreign countries for sale of Textile products. Already exporting to Thailand, Chille, France, Dubai & Greece America

MAGNA INTERNATIONAL

Importers / Exporters, Representatives, General order suppliers

MANUFACTURES: Pigment Binder & Pigment colours for Textile & Plastic Industries

STOCKEST: Thickener Power, Thickener Past, Printing Blankets, Conveyors for Rotary Machinery , Centrifugal Nickel Screens for Sugar Industry and other Textile Accessories

HEAD OFFICE	MILLS
44-4-, Chenab Market,	2.6-K.M. Khurrianwala-Jaranwala Road
Madina Town, Faisalabad.pakistan	Faisalabad- Pakistan
Ph:0092-41-7214600-730960	Ph:0092-360791-361846
Fax:0092-41-736461	Fax:0092-361482
Email:magna@cyber.net.pk	Email:magnatex@fsd.comsats.net.pk
www.magna-group.com	www.magnatextile.com
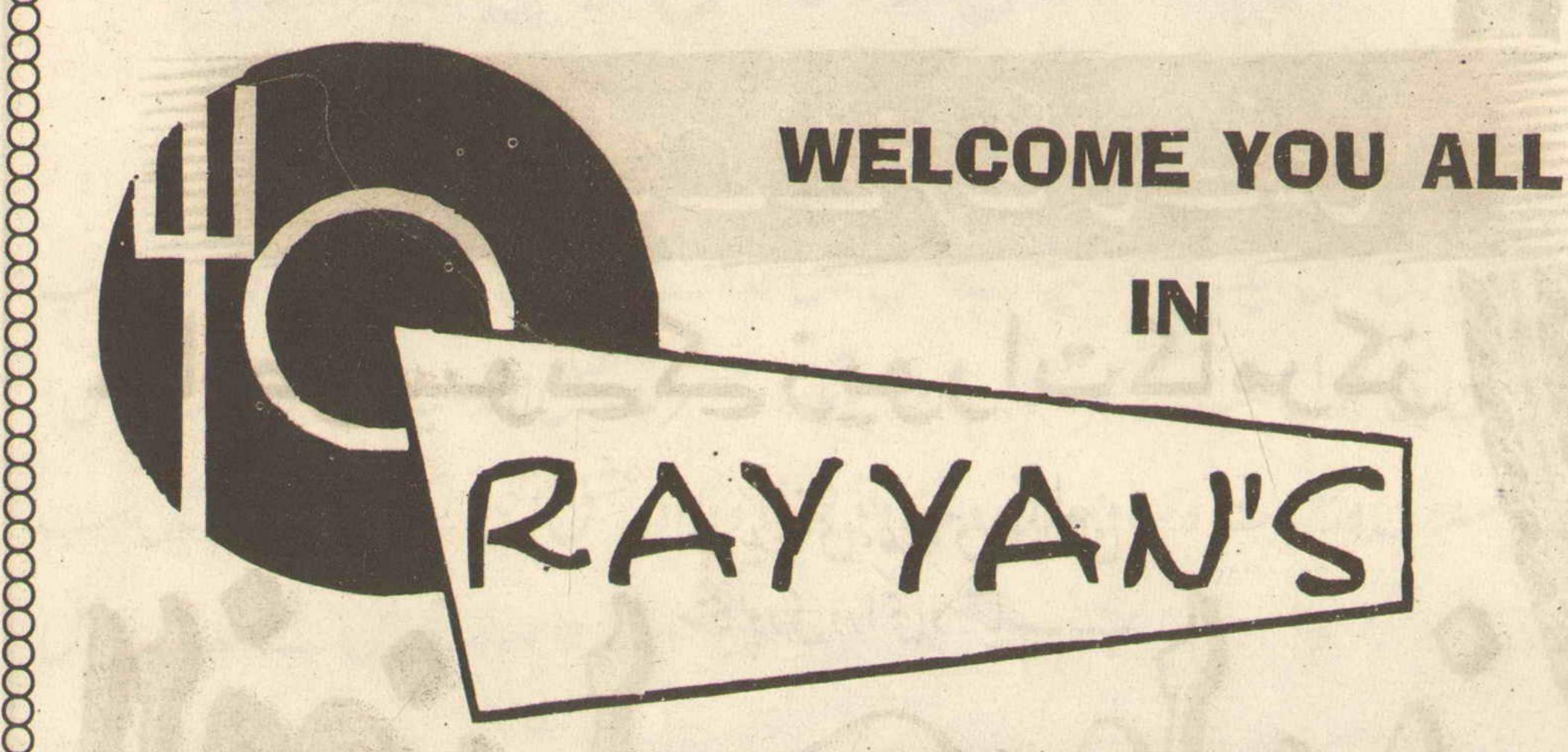
معصوم تر و روشن تر و عاشق تر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

''غرض وحی الٰہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں خدائے تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ کا چہرہ حسب صفائی باطن نبی منزل علیہ کے نظر آتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیا سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفا تھے اس لئے خدائے جل شانہ نے ان کو عطرِ کمالاتِ خاصّہ سے سب سے زیادہ معطّر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اوّلین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وُہ اُسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتمّ ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اُس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسے برہانِ عقلی پیش نہیں کرسکتا جو پہلے ہی سے اُس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وُہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیّہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّا آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے''۔

(روحانی خزائن جلد نمبر ۲، سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۷، ۲۷ حاشیہ)

Monthly

Editor:
Mansoor Ahmad Nooruddin

June 2005
Regd. CPL # 75/FD

مقابلہ بین الاضلاع برائے سال 2003-2004ء اوّل آنیوالے ضلع حیدرآباد کے قائد صاحب
مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی سے انعام لیتے ہوئے

مقابلہ بین العلاقہ برائے سال 2003-2004ء اوّل آنیوالے علاقہ لاہور کے قائمقام قائد صاحب
مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی سے انعام لیتے ہوئے